جلد ۴ نومبر ۱۹۶۳ء شمارہ ۱۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

نومبر ۱۹۶۳ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ چھ روپے ٭ فی پرچہ:۔ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"

دار الصدر جنوبی - ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۱

نومبر ۱۹۶۳ء

رُوحانیت سے معمور فضا کی انقلاب انگیز تاثیر

انصار اللہ کا سالانہ اجتماع اور اس کی عظیم الشان برکات

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ امر بار بار اور بتکرار بیان فرمایا ہے کہ حقیقی مومن ترقی کی کسی ایک منزل پر ٹھہر نہیں جاتے بلکہ ہر آن آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کا جو قدم بھی اُٹھتا ہے ترقی کی طرف اُٹھتا ہے، تنزل کی طرف نہیں۔ اِس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ انہیں اپنے نیک اور مناسب حال اعمال کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ وہ انہیں اپنی تائید و نصرت سے نوازتا اور ترقی پر ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ اِسی لئے اُن کی ہر آنیوالی گھڑی گزری ہوئی گھڑی سے بہتر اور انہیں آگے لے جانے والی ہوتی ہے حتیٰ کہ خدا اصل مقصد میں کامیاب کر کے انہیں حقیقی طور پر فائز المرام کر دیتا ہے جیسا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کی وساطت سے تمام حقیقی مومنوں کے حق میں فرمایا ہے:-

وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ	اور دیکھ تو سہی تیری ہر لحظہ میں آنیوالی گھڑی پہلی
وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ	سے بہتر ہوتی ہے۔ اور ضرور تیرا رب تجھے وہ
(الضُّحٰی آیات ۵، ۶)	کچھ دے گا جس پر تُو خوش ہو جائے گا۔

ہر چند کہ اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا ہے لیکن آنحضورؐ کی وساطت

اور کامل پیروی و اتباع کی برکت سے تمام حقیقی مومن بھی اِس وعدہ میں شامل ہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ یہ وعدہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی میں بڑی آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا اُسی طرح آپؐ کے حقیقی متبعین کے حق میں بھی جب تک وہ صحیح معنوں میں مومن بنے رہے برابر پورا ہوتا چلا گیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے بحر و برّ کے مالک بن گئے۔ علی الخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیشہ آپؐ کی آخرت آپؐ کی اولیٰ سے نہ صرف بہتر رہی بلکہ اِس شان سے بہتر ہوتی چلی گئی کہ آج بھی اُس کا تصوّر کر کے مخالفین و معاندینِ اسلام حیران ہوئے اور تعجّب کا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے۔ بدر میں ۳۱۳ مسلمان تھے، احد میں ایک ہزار، خندق میں تیرہ سو اور فتح مکّہ کے وقت دس ہزار اور پھر صدیوں تک جب تک کہ مسلمان حقیقی مومن بنے رہے ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور یہ وعدہ کہ مومنوں کی ہر آخرت ان کی اولیٰ سے بہتر ہوتی ہے بہت شان کیساتھ پورا ہوتا چلا گیا۔

ترقی کا یہ وعدہ اِس آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور نائب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت جو اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کی مصداق ہے کے حق میں بھی بڑی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے۔ دنیا پر کوئی دن بھی ایسا طلوع نہیں ہوتا جو جماعتِ احمدیہ کو ترقی کی شاہراہ پر اَور آگے نہ لے جاتا ہو اور اُسے منزل کے اور زیادہ قریب نہ کر دیتا ہو۔ گزشتہ نصف صدی میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت نے جو ہمہ گیر ترقی کی ہے وہ اِس امر پر شاہدِ ناطق ہے۔ اِس کا ثبوت اُن اجتماعات سے بھی ملتا ہے جو جماعت کی مختلف تنظیموں کی طرف سے ہر سال ربوہ میں منعقد ہو کر اُس کے من جانب اللہ اور برحق ہونے کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دکھاتے ہیں۔ ایسے ہی مرکزی اجتماعات میں سے ایک انصار اللہ کا سالانہ اجتماع بھی ہے جو امسال یکم، ۲، اور ۳ نومبر کو ربوہ میں منعقد ہوا اور اِس شان سے منعقد ہوا کہ تمام سابقہ اجتماعوں پر ہر لحاظ سے سبقت لے گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

امسال اجتماع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلیٰ کے قرآنی وعدہ کے تحت اپنی خاص تائید و نصرت اور بے پایاں فضل و رحمت کا ثبوت اِس رنگ میں بھی دیا کہ اجتماع میں شمولیت کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے انصار پاکستان کے کونے کونے سے دیوانہ وار کھنچے چلے آئے اور اِس کثرت سے آئے کہ شمولیت کے تمام سابقہ ریکارڈ مات ہو گئے۔ امسال اجتماع میں ۲۲۸ مجالس کے ۱۱۹۴ اراکین، ۵۵۰ نمائندگان اور ۱۹۵۲ زائرین نے شرکت کی اور تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کے اِس انمول موقع سے فائدہ اٹھایا۔ یہ اعداد و شمار گزشتہ تمام اجتماعوں کے اعداد و شمار سے بفضلہ تعالیٰ بہت بڑھ کر ہیں۔ یوں تو ہر سال ہی احباب پہلے سے زیادہ تعداد میں شریک ہوتے ہیں لیکن امسال سالِ گزشتہ کے

مقابلہ میں غیر معمولی طور پر نمایاں اضافہ ہوا۔ گزشتہ اجتماع میں ۸۸ مجالس کے ۹۸۰ اراکین، ۴۶۲ نمائندگان اور ۱۸۱۵ زائرین نے شرکت کی تھی۔ اس لحاظ سے اس مرتبہ ۴۰ مجالس کے ۲۱۴ اراکین، ۹۳ نمائندگان اور ۱۲۷ زائرین زیادہ شریک ہوئے۔ یہ اضافہ اس امر کا آئینہ دار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے آقا و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں آپ ہی کی پیروی اور اتباع کی برکت سے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰى کا آسمانی وعدہ ہمارے حق میں بھی برابر پورا ہوتا چلا آرہا ہے اور انشاء اللہ پورا ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ احمدیت پورے طور پر غالب آکر اس دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں سے بھر دے گی۔

پھر امسال اجتماع میں پہلی بار مشرقی پاکستان کے نمائندے بھی شریک ہوئے چنانچہ مکرم مولوی محمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ مشرقی پاکستان، مکرم شمس الرحمٰن صاحب بارایٹ لاء زعیم اعلیٰ مجالس انصار اللہ مشرقی پاکستان، مکرم جناب شیخ محمود الحسن صاحب اور مکرم خواجہ مقبول احمد صاحب نے مشرقی پاکستان سے ربوہ تشریف لاکر اجتماع کے جملہ اجلاسوں میں شرکت کی اور اس طرح وہ بھی اجتماعی دعاؤں اور ذکر الٰہی کے انمول مواقع سے مستفیض ہوئے۔

شریک ہونیوالے انصار و خدام کی یہ کثرت بفضلہ تعالیٰ ایک نشان کا درجہ رکھتی ہے اس لئے کہ یہ سب خوش نصیب اپنی ترقی پذیر ہیئت اجتماعی میں ایک عظیم الشان آسمانی بشارت کے مصداق تھے۔ وہ بشارت جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں اسے درج فرمایا ہے یہ ہے:۔

"میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت ڈالوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔"

اجتماع انصار اللہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے والوں کی تعداد کا سال بہ سال بڑھتے چلے جانا بلا شبہ اس امر پر دال ہے کہ انہیں حضور علیہ السلام کے خالص اور دلی محبّوں کے گروہ میں شمولیت کا خصوصی شرف حاصل ہے۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت ایک یقینی امر ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

پھر نہ صرف شریک ہونیوالی مجالس اور انصار کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ کے لحاظ سے امسال اجتماع غیر معمولی طور پر کامیاب رہا بلکہ روحانیت سے معمور فضا اور سراسر روحانی ماحول میں دن اور رات دعاؤں میں مشغول رہنے، ذکر الٰہی سے اپنی زبانیں تر رکھنے اور محبت و قربِ الٰہی میں ترقی کی بابرکت مساعی کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی غیر معمولی برکتوں، رحمتوں اور فضلوں سے نوازا اور اپنی تائید و نصرت کا اس قدر غیر معمولی طور پر اظہار فرمایا کہ روحانیت سے معمور فضا اور سراسر روحانی ماحول کی انقلاب انگیز تاثیر نے دلوں کو یکسر بدل

کو رکھ دیا، سینے دُھل کر صاف و شفاف ہو گئے اور چہرے رُوحانیت کے نور سے جگمگا اُٹھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی وجہ سے جو افسردگی سی طبیعتوں میں ابھی تک چلی آرہی تھی وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور بارش کی طرح پیہم برسنے والی نصرتوں کے مشاہدہ سے سب جاتی رہی اور ہر دل نے محسوس کیا کہ خدا تعالیٰ کی پیہم عنایتوں کی نسیم جانفزا سے اسے ابدی حصہ ملا ہے جہاں خزاں کا گذر نہیں۔ سینے جو صدمۂ جدائی کی شدّت سے سرد ہوتے جا رہے تھے پھر عشقِ خدا کی آگ سے گرم ہو کر غلبۂ اسلام اور درود و سلام بر حضرت خیر الانام کی بے پناہ امنگوں اور نئے عزائم کی پُرکیف جولانیوں سے لبریز ہو گئے۔ ہر شب نمازِ تہجد میں عجز و نیاز، ہر روز دعاؤں میں آہ و زاری، دن میں کئی کئی بار قرآن مجید، احادیث نبوی اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کے پُرمعارف درسوں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے رُوح پرور پیغام، علمائے سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے ولولہ انگیز خطابات نے مل کر وہ سماں باندھا اور سب کو ہی تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کی دولت سے ایسا مالا مال کیا کہ ہر شخص اپنی جگہ میوؤں سے لدے ہوئے سرسبز و شاداب درخت کی مانند نظر آنے لگا۔ اپنی انقلاب انگیز تاثیر اور روحانی خزائن کی بے حساب تقسیم کے لحاظ سے اجتماع کیا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسب ذیل اشعار کی جیتی جاگتی تصویر تھا:-

اِس سے ہمارا پاک، دل و سینہ ہو گیا — وہ اپنے مُنہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
اِس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا — ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا — شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہو گیا
افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہو گئی — ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نُور ہو گئی
جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے — چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے
جاڑے کی رُت ظہور سے اِس کے بدل گئی — عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اُٹھ گئی
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے — پھل اِس قدر پڑا کہ وہ میوؤں سے لد گئے

کتنا بابرکت اور کتنا موجب خیر و سعادت تھا اجتماع کا آغاز کہ یکم نومبر کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اُس تازہ پیغام سے اس کا افتتاح فرمایا جو حضور نے خاص اجتماع میں شریک ہونے والے انصار کے نام ارسال فرمایا تھا۔ جونہی حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے یہ اعلان کیا کہ حضور ایدہ اللہ نے علالت کے باوجود احباب کو از راہِ شفقت اپنے تازہ پیغام سے نوازا

ہے تو اجتماع میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک خوشی کی ایک لہر دَوڑ گئی اور سب ہمہ تن گوش ہو کر کمال درجہ اشتیاق کے عالم میں اِس انتظار میں بے چین نظر آنے لگے کہ حضور کا تازہ ارشاد اُن کے کانوں میں پڑ کر دل میں اُترنا شروع ہو اور وہ نئی زندگی سے ہمکنار اور خدمتِ اسلام کی نئی امنگوں اور نئے عزائم سے مالا مال ہوں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے حضور کا یہ تازہ پیغام پڑھ کر سُنایا تو حاضرین کی حالت ہی اَور ہو گئی اور وہ روحانی کیف و سرور سے لبریز ہو کر فرطِ انبساط سے جھوم اُٹھے۔ حضور کا پیغام اُن کے لئے فکر و عمل کی نئی راہیں کھولنے کا موجب بنا۔ اِس میں حضور نے عیسائیت کا مقابلہ کرنے اور اِس کی بجائے اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"مَیں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ وقت کی نزاکت کو سمجھو اور اُس جہاد کی طرف آؤ جس سے بڑا جہاد اِس زمانہ میں اَور کوئی نہیں۔ آج ایک بہت بڑی روحانی جنگ دنیا میں لڑی جا رہی ہے اور اسلام کے مقابلہ میں ایک بڑا بھاری فتنہ سر اُٹھائے ہوئے ہے۔ ہماری تو راتوں کی نیند بھی اِس فکر میں اُڑ جانی چاہیئے اور ہمیں اپنے تمام پروگرام اِس نقطہ کے اِرد گرد مرکوز کر دینے چاہئیں۔ بے شک تزکیۂ نفس بھی ایک بڑی ضروری چیز ہے اور دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے کام لینا بھی ہر مومن کا فرض ہے مگر تبلیغِ اسلام ایک نہایت وسیع اور عالمگیر نیکی ہے جس میں حصہ لینے والا تزکیۂ نفس اور دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی دولت سے بھی محروم نہیں رہے گا۔ پس دجالی فتنہ کے مقابلہ کے لئے اجتماعی کوشش کرو، اپنے اموال کی ہمیشہ قربانی کرتے رہو اور اپنے اوقات کو اِس غرض کے لئے قربان کرو تا کہ اسلام دنیا میں غالب آئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا کے کونہ کونہ میں قائم ہو۔"

یہ پیغام کیا تھا صورِ اسرافیل سے کم نہ تھا۔ اس نے انصار میں فی الحقیقت ایک نئی زندگی پھونک کر انہیں خدمتِ اسلام کے ایک نئے جوش اور نئے عزم سے ہمکنار کر دیا۔ وہ پیغام سُن ہی نہ رہے تھے بلکہ عزم و ثبات کے پیکر بنے دلوں میں اپنے اِس عہد کی تجدید کر رہے تھے کہ وہ اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور اپنا تن من دھن سب کچھ اِس راہ میں قربان کر ڈالیں گے ــــ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے جب وہ دعائیہ کلمات پڑھے جو حضور نے اپنے پیغام کے آخر میں درج فرمائے تھے تو سامعین ایک ایک فقرہ پر دل کی گہرائیوں سے "آمین" کہتے اور خدائے رحمٰن و رحیم کے حضور اپنی یہ التجا پیش کرتے رہے کہ وہ اپنے پیارے بندہ کی اِس پُرسوز دعا کو اُن کے حق میں قبول فرمائے۔ دعا یہ تھی:۔

"اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کے اِس اجتماع کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے

اور آپ کو اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے اور وقت کے تقاضوں کو صحیح رنگ میں شناخت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ لوگوں میں ایسا جذب روحانی اور اخلاص پیدا کرے کہ آپ لاکھوں لاکھ لوگوں کو احمدیت میں داخل کرنے کا موجب بن جائیں تا کہ قیامت کے دن ہم شرمندہ نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں اور خطاؤں کو معاف فرماتے ہوئے اپنی رحمت کی چادر میں ہمیں چھپا لے اور اپنے دین کے سچے اور جاں نثار خادموں میں شامل کرے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔"

حضور ایدہ اللہ کے اس رُوح پرور پیغام اور اس درد مندانہ دعا نے شروع ہی سے اجتماع میں شریک جملہ انصار کو ایک نئی زندگی سے ہمکنار کر کے انہیں اجتماع کی عظیم الشان برکات سے بہرہ ور ہونے اور ان برکات کے زیر اثر اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کے عزم سے مالا مال کر دیا۔

ایسے ایمان افروز اور رُوح پرور افتتاح کے بعد اجتماع کے آغاز ہی میں انصار کو دوسری عظیم الشان سعادت یہ نصیب ہوئی کہ انہیں یکم نومبر کو ہی عصر اور مغرب کے درمیان اجتماعی طور پر بہشتی مقبرہ جانے اور وہاں حضرت اُمّ المومنین نور اللہ مرقدہا کے مزارِ مقدس پر محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس کی اقتداء میں علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحتِ کاملہ وعاجلہ کے لئے اجتماعی دعا کرنے کی غیر معمولی توفیق ملی۔ ہرچند کہ اس طرح دعا کرنے کی پہلے سے مثال موجود تھی جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے ۱۹۴۲ء میں چالیس دن تک روزانہ بہشتی مقبرہ جا کر علیہ السلام کے لئے اجتماعی دعا کی تھی پھر بھی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اجتماع کے موقع پر بہشتی مقبرہ میں اجتماعی دعا کے لئے حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں عریضہ پیش کر کے باقاعدہ تحریری اجازت حاصل کر لی تھی۔

یہ دعا بھی اپنی جگہ ایک خاص شان کی حامل تھی۔ ہزاروں انصار و خدام نے جن میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ اور محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی شامل تھے علیہ السلام اور حضور ایدہ اللہ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے اس قدر سوز و گداز اور خشوع و خضوع سے دعائیں مانگیں اور اس قدر تضرّع و ابتہال کے ساتھ اس ضمن میں اپنی دلی تمنّائیں خدا کے حضور میں پیش کیں کہ دل اس یقین سے لبریز ہو گئے کہ ہمارا قادرِ مطلق خدا جو رحمٰن و رحیم ہے اپنے عاجز بندوں کی ان تضرّعات کو ضرور شرفِ قبول سے نوازے گا اور اپنے دَر سے خالی نہیں لَوٹائے گا۔ ایسی پُرسوز و پُراثر دعا تزکیہ نفوس و تطہیرِ قلوب کا نہایت مؤثر ذریعہ ثابت ہوئی۔ اس دعا کے نتیجہ میں طبیعتیں ہلکی ہو گئیں، سینے دُھل گئے اور یوں محسوس ہونے لگا کہ دل صاف ہو کر نور سے معمور ہو گئے ہیں۔ الغرض ایک عجیب رُوح پرور منظر تھا اور ایک نہایت ہی مبارک ساعت تھی جس میں دلی تمنّائیں

اور آرزوئیں بیک وقت ہزاروں دلوں سے نکل کر فضا میں بلند ہوئیں اور جنہیں خدا کے فرشتوں نے ہاتھوں ہاتھ خدائے ذوالعرش تک پہنچایا۔ بلاشبہ ایسی مبارک ساعت کا میسّر آنا انتہائی خوش بختی و بلند اقبالی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ سعادت بجز فضلِ الٰہی کے میسّر نہیں آسکتی۔ جس پر بھی خدا تعالیٰ کا فضل اِس رنگ میں نازل ہو اس کے خوش بخت و خوش نصیب ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ یہ خوش بختی و خوش نصیبی اِس اجتماع کا ایک عظیم الشان ثمرہ تھی۔

حضور ایدہ اللہ کے رُوح پرور پیغام اور بہشتی مقبرہ کی اِس پُرسوز اجتماعی دُعا نے انصار پر وارفتگی کا ایک ایسا عالم طاری کیا کہ جس کے زیرِ اثر انہوں نے اجتماع کے جملہ اجلاسوں میں اِس حال میں شرکت اختیار کی کہ گویا اُن کا دل اور اُن کا دماغ، اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں، ان کا مُنہ اور ان کی زبان اُن کے اپنے اختیار میں نہیں ہے بلکہ وہ سرتاپا خدائی تصرّف کے تحت آجانے کے باعث ایک نئے آسمان کے نیچے نئی زمین پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اجتماع کے آٹھوں اجلاسوں میں اوّل سے آخر تک مقامِ اجتماع نوجوانوں اور عمر رسیدہ انصار سے ہمہ وقت بھرپور رہا اور سب نے ہی اِس قدر دلجمعی اور محویت کے عالم میں جملہ کارروائی کو سُنا کہ دورانِ اجلاس اِلّا ماشاء اللہ کسی کے اُٹھ کر جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کے پُرمعارف درس، صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی زبانی "ذکرِ حبیبؑ"، علماء سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ولولہ انگیز خطابات کا سلسلہ پیہم جاری رہتا۔ بھلا کوئی اُٹھ کر جاتا تو کیوں اور کیسے جاتا۔ سب اِس طرح جم کر بیٹھے رہے کہ گویا صدق و صفا اور عشق و وفا کے مجسّمے ہیں۔ سروں پر پرندے بھی آ بیٹھیں تو خبر نہ ہو۔

روحانی کیف و سرور کے اِس عالم میں ۲ر نومبر کو ۸½ بجے صبح جو اجلاس منعقد ہوا اس میں محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تفصیلی رپورٹ پیش کر کے احباب کو حضور کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے نہایت پُردرد و پُرسوز انداز میں دعا کی تحریک کی۔ یہ تحریک کوئی معمولی تحریک نہ تھی۔ اس کا تعلق روح اور قلب کے نہایت نازک جذبات سے تھا۔ عشق و وفا کے پُتلوں نے ایک ایک لفظ غمناک قلوب اور نمناک آنکھوں کے ساتھ بہت توجہ اور انہماک سے سُنا۔ تحریکِ دُعا کے ایک ایک فقرہ پر دلوں کی گہرائیوں سے "آمین" کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ بالخصوص جب محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے یہ دعائیہ کلمات بلند آواز سے کہے کہ:-

"اے ہمارے قادرِ مطلق خدا! اے غفور و رحیم خدا! اے شافی! تو ہم نہایت عاجز و بے کس بندوں کی تضرّعات کو صرف اپنے فضل سے قبول فرما۔ تُو ہر چیز پر قادر ہے، تُو عفوّ ہے، ہماری کمزوریوں

بہ پردہ پوشی فرما اور ہمارے باپ، ہمارے پیارے امام کی اِس لمبی بیماری کو اپنے فضل سے دُور فرما کر حضور کو کامل شفا عطا فرما۔

تُو غنی ہے، تجھے کسی کی حاجت نہیں، تُو ہر شے سے بے نیاز ہے۔ مگر ہم جو تیرے عاجز اور حقیر بندے ہیں ہر وقت ہر آن تیرے رحم، تیرے فضل کے محتاج ہیں۔ تُو ہماری کمزوریوں اور ناسپاسیوں کی وجہ سے اپنا دستِ رحمت ہم سے کھینچ نہ لے بلکہ ہم سے عفو کا معاملہ فرما اور ہماری گریہ وزاری کو جس میں بے شک بے انتہا خامیاں ہوں گی اپنے فضل سے قبول فرما کر ہمارے محسن امام کو بے حد لمبی زندگی عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین آمین"۔

تو ہر دل سراپا درد بن کر تڑپ اُٹھا اور ہر رُوح آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور پکارنے لگی کہ اے خدا، اے ذوالمجد والعطاء، اے رحیم و مشکل کشا ہماری اِن دعاؤں کو شرفِ قبول سے نواز اور اپنا دستِ رحمت دراز کر کے ہمارے آقا کو کامل صحت اور تندرستی و توانائی بخش تاکہ ہم تیری ہی دی ہوئی توفیق سے پہلے ہی کی طرح حضور ہی کی فعّال قیادت میں غلبۂ اسلام کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں اور اُس غرض کو پورا کر دکھائیں جس کی خاطر تُو نے یہ خدائی سلسلہ قائم کیا ہے۔ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی اِس درد انگیز تقریر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کرائی۔ بہشتی مقبرہ والی دعا کے بعد یہ دوسری نہایت ہی پُر درد و پُرسوز دعا تھی جس میں اجتماع کے دوران جملہ انصار و خدام کو شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔

راتوں کو نمازِ تہجد میں آہ و زاری اور دن کے اوقات میں بکثرت ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کی بدولت اجتماع کے ایام میں لحظہ بہ لحظہ روحانی کیف و سرور کی ناقابلِ بیان کیفیت فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ ۳؍ نومبر کو اجتماع کے آٹھویں اور آخری اجلاس میں یہ کیفیت اپنے اوجِ کمال کو جا پہنچی۔ ہر دل محسوس کر اُٹھا کہ وہ دنیا و مافیہا سے یکسر منقطع ہو کر ایک اَور ہی عالَم میں ہے جہاں راحت و اطمینان اور ایک رُوح افزا سکینت کی حکمرانی ہے۔ کبھی یوں محسوس ہوتا کہ آسمان نیچا ہو کر زمین کے بالکل قریب آ گیا ہے اور کبھی احساس ہوتا کہ ہم فضائے بسیط کی ناپیدا کنار وسعتوں اور انتہائی بلندیوں میں محوِ پرواز ہیں اور پرواز کرتے کرتے عرش کے قریب جا پہنچے ہیں۔ یہ اجلاس ½ ۸ بجے صبح شروع ہو کر بارہ بجے دوپہر تک جاری رہا۔ تلاوتِ قرآنِ مجید اور نظم کے بعد پہلے محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے سمعاً و طاعةً کے موضوع پر قرآن مجید کا نہایت پُر معارف درس دیا۔ پھر محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے نے اسی موضوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر حکمت

پُر معارف احادیث کی رُو سے روشنی ڈالی اور آخر میں محترم مولانا ابو العطاء صاحب نے اسی موضوع سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اثر و جذب میں ڈوبے ہوئے ملفوظات پڑھ کر سُنائے۔ ایک ہی موضوع پر قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ وار یہ پُر معارف درس علم و عرفان، حکمت و موعظت اور وجدان و بصیرت کا ایک بیش بہا خزینہ تھے جو سامعین کے لئے بے انتہا ازدیادِ علم اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئے۔

پھر یکے بعد دیگرے اہم تربیتی موضوعات پر چار مسحور کن تقاریر ہوئیں۔ سب سے پہلے محترم میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ نے عبادت اور ذکرِ الٰہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شغف پر روشنی ڈالی۔ آپ کے بعد محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع لائلپور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کے صحابہ کے عشق کی بعض بہت ہی ایمان افروز مثالیں پیش کیں۔ پھر محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے بیرونی ممالک سے تعلق رکھنے والے نو مسلموں کے ایمان و اخلاص کے چند رُوح پرور واقعات بیان کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو بالکل ایک نئے انداز سے واضح کیا۔ آخر میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے احباب کو بتایا کہ خلافتِ ثانیہ کے موجودہ دور میں ہم پر کیا فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہر تقریر اپنی جگہ بصیرت و معرفت کے ایک جام کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایک جام کے بعد دوسرے جام سے لطف اندوز ہونے اور مسلسل ہوتے چلے جانے کی وجہ سے روحانی کیف و سرور بڑھتا اور فزوں سے فزوں تر ہوتا چلا گیا۔

تقاریر کے اس مسحور کن سلسلہ کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیلِ اعلیٰ و وکیل التبشیر نے خدائی تائید و نصرت کے ایک زندہ ثبوت کے طور پر اُس عظیم روحانی انقلاب پر روشنی ڈالی جو آج تحریک جدید کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں رونما ہو رہا ہے اور جو رفتہ رفتہ دنیا کو اسلام کا والہ و شیدا بنا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لا رہا ہے۔ آپ نے تحریکِ جدید کے تحت اشاعتِ اسلام کے عظیم الشان کام اور اس کی ترقی پذیر وسعت کو واضح کر کے گلوب پر باقاعدہ وہ علاقے اور وہ ممالک دکھائے جہاں تحریکِ جدید کے ذریعے جماعتہائے احمدیہ اور مشنوں کا قیام عمل میں آ چکا ہے، جن کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہو کر بعض اُن میں سے شائع ہو چکے ہیں اور جہاں اب تک ۲۹۱ مساجد کی تعمیر عمل میں آ چکی ہے۔ اس طرح آپ نے گلوب کو گھما کر اس زندہ و تابندہ حقیقت کو واضح کیا کہ احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کے وعدوں کے عین مطابق اس رنگ میں کرۂ ارض پر پھیل چکی ہے اور دنیا پر پھیلتی جا رہی ہے کہ ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ احمدیت پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ اس بصیرت افروز تقریر کے اختتام پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تحریک جدید کے دفتر اول کے تیسویں ۳۰ اور دفتر دوم کے بیسویں ۲۰ سال کا اعلان فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت اور خدائی وعدوں اور بشارتوں کے عین مطابق اُس کی عظیم الشان رحمتوں اور برکتوں کے اس مسحور کن بیان پر احباب فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھے اور روحیں خدائے قادر و قدوس کی حمد کے ترانے گاتی ہوئی اُسکے حضور میں سجدہ ریز ہو گئیں۔

اس حال میں کہ روحانی کیف و سرور اور دلوں کی گہرائیوں سے اُٹھنے والی حمد و ثنا میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہو رہا تھا اور دل فرطِ مسرت سے جھوم رہے تھے آخر میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے انصار کو ایک نہایت ہی روح پرور اور ولولہ انگیز اختتامی خطاب سے نوازا۔ خطاب کیا تھا لحنِ داؤدی میں بلند ہونے والا ایک نغمۂ جانفزا تھا جس نے روحوں کی مسحور کن کیفیت کو دوبالا کر کے ان پر ایک وجد کی کیفیت طاری کر دی۔ کیف و سرور کے نقطۂ عروج پر پہنچ جانے کے باعث سامعین کی یہ حالت تھی کہ وہ کمال درجہ بیخودی کے عالم میں اس ولولہ انگیز خطاب کے سرمدی نغموں کو سُن رہے تھے اور ان پر سر دُھن رہے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی روشنی میں خدا تعالیٰ کے ماموروں پر ایمان لانے والوں کی دو اقسام اور ان کے مابین زمین و آسمان کے فرق کو کمال عمدگی سے واضح کر کے احباب کو ایسے پُر اثر انداز میں اُن کی عظیم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی کہ ہر بات دل میں اُترتی اور عزم و حوصلہ اور خدمتِ دین کے جذبہ و جوش کو اُبھارتی چلی گئی۔ ایمان پختہ سے پختہ تر اور دل روشن سے روشن تر ہوتے چلے گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انتشارِ روحانیت کی اس خاص اور مبارک گھڑی میں ہر طرف نور ہی نور ہے اور ہر ذرّہ وجود سے سرور ہی سرور پھوٹ رہا ہے۔

اس روح پرور، بصیرت افروز اور ولولہ انگیز خطاب کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے اجتماعی دعا کرانے سے قبل احباب کو مخاطب کرتے ہوئے پُر شوکت لیکن نہایت پُر درد الفاظ میں فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ ہمیں جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور ہمارے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرے اور اپنی راہ میں بشاشت سے دُکھ سہنے کے لئے ہمیں ہر وقت تیار پائے۔ اور ہم پر روحانی بارشیں اُس سے زیادہ کرے جس طرح برساتوں میں اس کی موسلا دھار بارش کی شکل میں اُس کی مادی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور برسات کے ہر قطرہ کے مقابلہ میں ایک کروڑ قطرے اپنی رحمت کے وہ ہم پر نازل کرے۔ اور ہماری کمزوریوں پر اپنی مغفرت کی چادر ڈالے۔ اور ہماری حقیر کوششوں میں اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے برکت نازل کرے۔ اور وہ دن ہماری زندگیوں میں آئے کہ ہم دیکھیں کہ ایک نئی زمین پیدا ہو چکی ہے اور دنیا کی ہر قوم اور

ہر خطہ اور ہر ملک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ چکا ہے۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں کہ دنیا میں سفید رنگ کی قومیں اور سیاہ رنگ کی قومیں اور گندمی رنگ کی قومیں، غرض ہر رنگ و نسل کی قوموں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اُس کی طرف پرواز کرنے والے ہوں اور آسمان کے دروازے کھٹکھٹانے والے ہوں۔ اور وہ ایسے ہوں کہ اُن کیلئے آسمان کے سب دروازے کھولے جائیں اور وہ اپنے ربّ قدیر کو پہچانیں۔ اور خدا ایسا کرے کہ ہماری نسلوں میں اور ان نسلوں کی نسلوں میں اور پھر نسل در نسل اُن کی نسلوں میں تا قیامت خدا کی محبت کا یہ دریا بہتا رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی لہریں چلتی چلی جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے اور ہمارے نفوس میں بھی برکت ڈالے اور دنیا میں بھی ہمیں عزت عطا کرے جیسا کہ اُس نے اپنے وعدہ کے مطابق آسمان پر ہمیں عزت عطا کی ہے۔ اور خدا تعالیٰ ہمیں اُن وعدوں کا وارث بنائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اُس نے ہمیں عطا کئے ہیں۔ اور ہمیں حقیقی مسلمان بنائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی عاشق بنائے اور اِس دنیا میں توحید کا حقیقی حامل اور علمبردار قرار دے۔

"اے خدا! ہم کمزور ہیں مگر اے ہمارے پیارے رب تو سب قدرتوں والا ہے اے ہمارے رب تو ہمیں وہ بنا جو تو ہمیں دیکھنا چاہتا ہے۔"

ایک رُوح پرور و ولولہ انگیز خطاب کے بعد اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی اِس دعا نے دلوں کو یکسر موم کر کے رکھ دیا اور وہ سوز و گداز کی گرمی سے پگھل کر آستانۂ الوہیت پر بہہ پڑے۔ اِسی حال میں آپ نے ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دعا کرائی۔ ہاتھ اُٹھنے کی دیر تھی کہ مقامِ اجتماع کی نور سے معمور فضا خدائے قادر و قدوس کے حضور میں بلند ہونے والی ہچکیوں اور سسکیوں کی دردناک آوازوں سے گونج اُٹھی۔ اِس دعا کے دَوران دل گواہی دے اُٹھے کہ اجتماع کے اِن بابرکت ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی بشارت لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنْ عِنْدَہٗ کے مطابق اُنہیں ہر آن فرشتوں کی معیت حاصل رہی ہے اور خدا کی رحمت اُن پر چھائی رہی ہے اور اوّل دن سے ہی ان کے دلوں پر نازل ہونے والی سکینت اُسی کی طرف سے ہے ورنہ اجتماع کے دَوران مختلف اوقات میں اور اس کے اختتام پر انہیں ایسی اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کی توفیق میسّر نہ آتی۔ وہ اِس یقین سے بھی لبریز ہو گئے کہ آج کے دن اُن کی خوش بختی اِس اَوجِ کمال کو پہنچ گئی ہے کہ خدا تعالیٰ خوش ہو کر اپنے فرشتوں

سے اُن کا ذکر کر رہا ہے۔

اِس طرح انصار اللہ کا نواں سالانہ اجتماع جو اجتماعی دعا کے ساتھ شروع ہو کر دعاؤں کے درمیان تین روز جاری رہا اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی اجتماعی دعا پر نہایت کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اِن دعاؤں کے زیرِ اثر ایمانوں کو ایک نئی پختگی، ذہنوں کو ایک نئی روشنی اور روحوں کو ایک نئی جِلا نصیب ہوئی۔ اِس کے ایک عظیم الشان ثمرہ کے طور پر خدمتِ اسلام کے عزائم بلند سے بلند تر اور قربانی و ایثار کا جذبہ و جوش وسیع سے وسیع اور عمیق سے عمیق تر ہو کر سب کو ہی ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرنے کا باعث ثابت ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اجتماع کی اِن برکات سے حقیقی معنوں میں اور مستقل طور پر متمتع ہونے کی توفیق بخشے اور اس کے ثمراتِ حسنہ تا حیات ہماری زندگیوں میں ظاہر ہو کر اور ہر سال نئے اجتماع کی بدولت دو چند اور سہ چند ہو کر ہمیں ہماری زندگیوں میں غلبۂ اسلام کا دن دکھا دیں اور ہم یہ دیکھ کر ہی اِس جہان سے رخصت ہوں کہ اسلام کے پورے طور پر دنیا میں غالب آ جانے سے ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جمع ہوئی ہے۔ آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین *

خدا تعالیٰ کے مقبول بندے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ لوگ جو اپنے صدق اور وفا اور عشق الٰہی میں کمال درجہ پر پہنچ جاتے ہیں اُن پر شیطان تسلّط نہیں پا سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔ سو اُن کی یہ نشانی ہے کہ خدا کے فضل کی بارشیں اُن پر ہوتی ہیں اور خدا کی قبولیت کی ہزاروں علامتیں اور نمونے اُن میں پائے جاتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

جو کام شیخی اور نمود کی خاطر کیا جائے وہ انسان کو مستحقِ عذاب بنا دیتا ہے

لیکن خدا تعالیٰ کے فضل پر عملاً خوشی کا اظہار کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے

عزت و شہرت اور نام و نمود کی خاطر کوئی کام کرنے اور برخلاف اس کے خدا تعالیٰ کے کسی فضل اور انعام پر اظہارِ تشکر کے رنگ میں خوش ہونے اور عملاً خوشی کا اظہار کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جہاں اوّل الذکر کام خواہ وہ نیکی کا کام ہی کیوں نہ ہو انسان کو مستحقِ عذاب بنا دیتا ہے وہاں مؤخر الذکر فعل حصولِ رضائے الٰہی کا موجب ہو کر انسان کے لئے مزید ترقیات کے دروازے کھول دیتا ہے۔ بعض اوقات ان دونوں قسم کے اعمال میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملفوظات میں ان کے باہمی فرق کو بہت ہی دلنشیں انداز میں واضح فرمایا ہے۔ حضور کے اِن پُر معارف ملفوظات کا ایک بیش قیمت اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"ریاء الناس کے لئے خواہ کوئی کام بھی کیا جائے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو وہ بالکل بے سُود اور اُلٹا عذاب کا موجب ہوتا ہے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقراء خدا تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر دراصل وہ خدا کے لئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کے واسطے کرتے ہیں۔ انہوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں۔ ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئے گا، اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر مَیلے رکھیں گے تو بھی عزت میں فرق آئے گا اس لئے امراء میں داخل ہونے کے واسطے یہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجے کے کپڑے پہنیں مگر ان کو رنگ لیتے ہیں۔ ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنے کیلئے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً روزہ کے ظاہر کرنے کے واسطے وہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پر پہنچتے ہیں اور وہ کھانے کے لئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں آپ کھایئے مَیں نہیں کھاؤں گا مجھے کچھ عذر ہے۔ اِس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ مجھے روزہ ہے۔ اس طرح یہ حالات ان کے لکھے ہیں۔ پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت اور شہرت کے لئے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہو سکتا۔

اِس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو رہی ہے۔ ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے۔ عبادات اور صدقات سب کچھ ریاکاری کے واسطے ہو رہے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسولؐ کے خلاف اگر ہو تو اسے توڑا جائے جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی پرواہ کیوں کریں؟ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو اُس کو دُور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے۔ جو حدودِ الٰہی اور وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں اُن پر عمل کیا جاوے کہ احیاء سُنّت اسی کا نام ہے۔ اور جو امور وصایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف نہ ہوں یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ ان میں ریاکاری مدّنظر ہو بلکہ بطورِ اظہارِ شکر اور تحدیث بالنعمۃ ہو تو اس کیلئے کوئی حرج نہیں۔ ہمارے علماء سابقہ تو یہاں تک بعض اوقات مبالغہ کرتے ہیں کہ مَیں نے سُنا کہ ایک مولوی نے ریل کی سواری کے خلاف فتویٰ دیا اور ڈاکخانہ میں خط ڈالنا بھی وہ گناہ بتاتا تھا۔ اب یہاں تک جن لوگوں کے حالات پہنچ جائیں اُن کے پاگل یا نیم پاگل ہونے میں کیا شک باقی رہا؟ یہ حماقت ہے۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ میرا فلاں قول اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے موافق ہے یا خلاف ہے اور جو کچھ مَیں کر رہا ہوں یہ کوئی بدعت تو نہیں اور اس سے شرک تو لازم نہیں آتا۔ اگر اِن امور میں سے کوئی بات نہ ہو اور فسادِ ایمان پیدا نہ ہو تو پھر اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کا لحاظ رکھ لے۔ مَیں نے بعض مولویوں کی نسبت ایسا بھی سُنا ہے کہ صرف ونحو وغیرہ علوم کے پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ علوم نہ تھے پیچھے سے نکلے ہیں۔ اور ایسا ہی بعض نے توپ یا بندوق کے ساتھ لڑنا بھی گناہ قرار دیا ہے ایسے لوگوں کے احمق ہونے میں شک کرنا غلطی ہے۔ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ جیسی تیاری وہ کریں تم بھی ویسی ہی تیاری کرو۔ یہ مسائل دراصل اجتہادی مسائل ہیں اور اِن میں نیّت کا بہت بڑا دخل ہے۔

غرض ہمارا یہ فعل اللہ تعالیٰ جانتا ہے محض اُس کی شکرگزاری کے اظہار کے لئے ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کوئی کام ہوتا ہے اور جو لوگ حسنِ ظنّی سے کام نہیں لیتے یا اسرارِ شریعت سے ناواقف ہوتے ہیں بعض وقت اُن کو ابتلاء آجاتا ہے اور وہ کچھ کا کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کہانیاں سُنا رہے ہیں اُس وقت اگر کوئی نادان اور نااہل آپ کو دیکھے اور آپؐ کے اغراض کو مدّنظر نہ رکھے تو اُس نے ٹھوکر ہی کھانی ہے۔ یا ایک مرتبہ آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور دوسری بیوی نے آپؐ کے لئے شوربے کا پیالہ بھیجا تو حضرت عائشہؓ نے اُس پیالہ کو گرا کر پھوڑ دیا۔ اب ایک ناواقف حضرت عائشہؓ کے اِس فعل پر اعتراض کرنے کی جراءت کرتا ہے اور حضرت عائشہؓ کے دوسرے افعال پر نظر نہیں رکھتا۔

ایسے امور پیش آتے ہیں جو دوسرے علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اعتراض سے پہلے انسان کو چاہیئے کہ حُسنِ ظن سے کام لے اور چند روز تک صبر سے دیکھے پھر خود بخود حقیقت کھُل جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت مہمان آئی اور ان دنوں میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ چند بیویوں سے نماز ساقط ہوگئی تھی۔ اُس نے کہا کہ یہاں کیا اندھیر ہے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتا۔ حالانکہ وہ معذور تھیں اور عند اللہ اُن پر کوئی مواخذہ نہ تھا مگر اُس نے بغیر دریافت کئے اور سوچے ایسا کہہ دیا۔ تزکیہ دل میں ہوتا ہے بغیر اس کے کچھ نہیں بنتا۔ حالانکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں اِس قدر التزام نماز کا ہے کہ جب پہلا بشیر پیدا ہوا تھا اس کی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی۔ وہ بیمار ہوا اور شدّت سے اُس کو بخار چڑھا ہوا تھا یہاں تک کہ اُس کی حالت نازک ہوگئی۔ اُس وقت نماز کا وقت ہوگیا تو انہوں نے کہا کہ مَیں نماز پڑھ لوں۔ ابھی نماز ہی پڑھتے تھے کہ بچّہ فوت ہوگیا۔ نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ مَیں نے کہا اِس کا تو انتقال ہوگیا۔ اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑی شرح صدر کیساتھ کہا انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ اُسی وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں اُٹھائیگا جب تک اِس بچّہ کا بدلہ نہ دے لے۔ چنانچہ اُس کے فوت ہونے کے قریباً چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بچے پیدا ہوئے۔

غرض ظنونِ فاسدہ والا انسان ناقص الخلقت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے پاس صرف رسمی امور ہوتے ہیں اس لئے نہ اس کا دین درست ہوتا ہے نہ دنیا۔ ایسے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نماز کے مطالب سے ناآشنا ہوتے ہیں اور ہرگز نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں۔ نمازیں تو ٹھونگے مارتے ہیں لیکن نماز کے بعد دُعا میں گھنٹہ گھنٹہ گزار دیتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ نماز جو اصل دعا کے لئے ہے اور جس کا مغز ہی دعا ہے اس میں وہ کوئی دعا نہیں کرتے۔ نماز کے ارکان بجائے خود دعا کے لئے محرّک ہوتے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی مضمون نہیں سوجھتا جب ذرا اُٹھ کر پھرنے لگتے ہیں تو مضمون سوجھ گیا۔ اِسی طرح پر سب اعمال کا حال ہے۔ اگر ان کی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے۔ اسی طرح روزہ میں خدا کے واسطے نفس پاک رکھنا ضروری ہے لیکن اگر حقیقت نہ ہو تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل پر خوش نہیں ہوتا اور اس کا عملی اظہار نہیں کرتا وہ مخلص نہیں ہے۔ میرے خیال میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضل پر سال بھر تک گاتا رہے تو وہ سال بھر ماتم کرنے والے سے اچھا ہے۔ جو امور قال اللہ اور قال الرسولؐ کے خلاف ہوں یا اُن میں شرک یا ریا ہو اور اُن میں اپنی شیخی دکھائی جاوے وہ امور اِثم میں داخل ہیں اور منع ہیں۔ دف کے ساتھ شادی کا اعلان کرنا بھی اِسی لئے ضروری ہے کہ آئندہ اگر جھگڑا ہو تو ایسا اعلان بطور گواہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص نسبت اور ناطہ پر شکر وغیرہ

اس لئے تقسیم کرتا ہے کہ وہ ناطہ پکا ہو جائے تو گناہ نہیں لیکن اگر یہ خیال نہ ہو بلکہ اس سے مقصد صرف اپنی شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ جائز نہیں ہوتے۔ اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلّت ہے۔ اس میں کوئی امر خلافِ شرع نہیں دیکھتے بشرطیکہ نیت میں خلل نہ ہو۔ نکاحوں میں بعض وقت جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور وراثت کے مقدمات ہو جاتے ہیں۔ جب اعلان ہو گیا ہوا ہوتا ہے تو ایسے مقدمات کا انفصال سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔ اگر نکاح گم صُم ہو گیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی تو پھر وہ تعلقات بعض اوقات قانوناً ناجائز سمجھے جا کر اولاد محروم الارث قرار دیدی جاتی ہے۔ ایسے امور صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہیں کیونکہ ان سے شرع کے قضایا فیصل ہوتے ہیں۔ یہ لڑکے جو پیدا ہوتے رہتے ہیں بعض وقت اُن کے عقیقہ پر ہم نے دو دو ہزار آدمی کو دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہماری غرض اس سے یہی تھی کہ تا اُس پیشگوئی کا جو ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے کی گئی تھی بخوبی اعلان ہو جاوے۔

بدظنی سے حبطِ اعمال ہو جاتا ہے ۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اپنے آپکو سب سے بدتر سمجھوں گا۔ ایک بار وہ دریا پر گیا تو اُس نے دیکھا ایک جوان عورت ہے اور ایک مرد بھی اس کے ساتھ ہے اور وہ دونو بڑی خوشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں اس نے دعا کی کہ الٰہی میں اس شخص سے تو بہتر ہوں کیونکہ اس نے حیاء چھوڑ دیا ہے۔ اتنے میں کشتی آئی سات آدمی تھے وہ غرق ہو گئے۔ وہ شخص جس کو اُس نے شرابی سمجھا تھا دریا میں کود پڑا اور چھ کو بچا لیا اور ایک باقی رہا تو اُس کو مخاطب کر کے کہا کہ تُو نے ایسا گمان کیا تھا اب ایک باقی ہے اسے نکال لا۔ اُس وقت اُس نے سمجھا کہ یہ تو مجھے ٹھوکر لگی۔ آخر اُس سے اصل معاملہ پوچھا تو اُس نے کہا کہ میں تیرے لئے خدا کا مامور ہوں۔ یہ عورت میری والدہ ہے اور جس کو تُو شراب کہتا ہے یہ اس دریا کا پانی ہے اور یہاں میں خدا تعالیٰ کے بٹھائے سے بیٹھا ہوں۔

غرض حُسنِ ظن بڑی عمدہ چیز ہے اس کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام پر اُس کا شکر کرنا کبھی ناجائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ محض اس کی رضا ہی مطلوب ہو اور دنیا کی شیخی اور نمود غرض نہ ہو۔"

(الحکم جلد ۷ نمبر ۱۳-۱۴ صا-۲ مؤرخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

گھروں کو ویران کرنے والی بُرائی!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"بدظنی ویران کرنے والی گھروں کی اور تفرقہ میں ڈالنے والی دلوں کی ہے۔" (فتح اسلام)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت دُنیا کی حالت

أرى سيلَ آفاتٍ قضاها المقدِّرُ ۔۔۔ وفي الخلقِ سيّئاتٌ تُذاعُ وتُنشرُ

میں اُن آفات کے سیلاب دیکھ رہا ہوں جن کو خدا تعالیٰ نے مقدر کیا ہے۔ اور میں مخلوق میں ان بدکاریوں کو بھی دیکھ رہا ہوں جو شائع اور منتشر کی جاتی ہیں۔

وفي كلِّ طرفٍ نارُ شرٍّ تأجّجتْ ۔۔۔ وفي كلِّ قلبٍ قد تراءى التحجُّرُ

اور ہر طرف شر اور فساد کی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ اور ہر ایک دل میں قساوت ظاہر ہو گئی ہے۔

وقد زُلزلتْ من هذهِ الرّيحِ دوحةٌ ۔۔۔ تُظِلُّ بظلٍّ ذي شفاءٍ وتُثمرُ

اور اس ہوائے بد سے تمام سایہ دار اور ثمردار درخت ہل گئے ہیں۔

وللدِّينِ أطلالٌ أراها كلاهفٍ ۔۔۔ ودمعي بذكرِ قصورِها يتحدّرُ

اور دین کے کھنڈرات کو میں غمزدہ شخص کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور اس کے محلات کی یاد میں میرے آنسو زار زار بہتے ہیں۔

تراءتْ غواياتٌ كريحٍ مجيحةٍ ۔۔۔ وأرخى سبيلَ الغيِّ ليلٌ مقدّرُ

تمام گمراہیاں بیخ کن ہوا کی طرح ظاہر ہو گئی ہیں۔ اور اندھیری رات نے پردۂ ضلالت کو ڈال دیا ہے۔

تهبُّ رياحٌ عاصفاتٌ كأنّها ۔۔۔ سباعٌ بأرضِ الهندِ تعوي وتزءرُ

تُند ہوائیں ایسی تیزی سے چل رہی ہیں گویا کہ وہ درندے ہیں جو زمینِ ہند میں بھونکتے اور دھاڑتے ہیں۔

أرى الفاسقينَ المفسدينَ وزمرَهم ۔۔۔ وقلَّ صلاحُ النّاسِ والغيُّ يكثرُ

میں بدکاروں اور مفسدوں کے گروہ در گروہ دیکھتا ہوں۔ اور لوگوں میں صلاح و خیر کم اور گمراہی بڑھ گئی ہے۔

أرى الدِّينَ كالمرضى على الأرضِ راغمًا ۔۔۔ وكلُّ جهولٍ في الهوى يتبخترُ

میں دین کو مریضوں کی طرح خاک میں گرا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور ہر ایک نادان اپنی خواہش پر مٹکتا رہا ہے۔

(خطبۂ الہامیہ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بعثتِ انبیاءؑ کی غرض

مے فرستد بخلق صاحبِ نور
تا شود تیرگی ز نورش دُور

وہ خلقت کی طرف ایک نورانی وجود بھیجتا ہے
تاکہ اُس کے نُور سے اندھیرا دُور ہو۔

تا زِ شور و فغانِ عاشقِ زار
خلق گردد زِ خوابِ خود بیدار

تاکہ اس عاشقِ زار کے شور و فغاں سے
مخلوقات اپنی نیند سے جاگ اُٹھے۔

تا شناسند مردماں رہِ راست
تا بدانند منکراں کہ خداست

تاکہ لوگ سیدھے راستے کو پہچانیں۔
اور منکر جان لیں کہ خدا موجود ہے۔

ایں چنیں کس چو رُو نہد بجہاں
بر جہاں عظمتش کنند عیاں

ایسا شخص جب دنیا میں ظاہر ہوتا ہے
تو خدا اس کی عظمت کو جہان پر ظاہر کر دیتا ہے۔

چوں بیاید بہار باز آید
موسمِ لالہ زار باز آید

جب وہ آتا ہے تو موسمِ بہار پھر آ جاتا ہے۔
اور گلزار کا موسم لوٹ آتا ہے۔

وقتِ دیدارِ یار باز آید
بے دلاں را قرار باز آید

یار کے دیدار کا وقت پھر آ پہنچتا ہے
اور عاشقوں کو قرار آ جاتا ہے۔

ماہ رُوئے نگار باز آید
خور بہ نصف النہار باز آید

معشوق کا چہرہ نظر آنے لگتا ہے۔
اور سورج نصف النہار پر پھر واپس آ جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے انتہائی محنت کی ضرورت ہے

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الانشقاق کی آیت یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ (یعنی اے انسان تو اپنے رب کی طرف پورا زور لگا کر جانے والا ہے اور پھر اس سے ملنے والا ہے) کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ کو پانے کے لئے انتہائی محنت کی ضرورت ہے۔ جب تک ہر فردِ جماعت اپنے آپ کو کام کرتے کرتے فنا نہیں کر دیتا اُس وقت تک خدا نظر نہیں آسکتا۔ لقاءِ الٰہی کی نعمت قومی طور پر اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب قوم کا ہر فرد اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے قیام کا اصل مقصد یہی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"یہاں یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ میں یا تو عام قاعدہ بیان کیا گیا ہے اور یا اس سے مراد صرف وقت کا امام ہے۔ یعنی یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اے انسان تیرے لئے اپنے رب سے ملنے کا رستہ کھلا ہے شرطیہ ہے کہ تیری طرف سے کدح ہونا چاہیئے۔ ان معنوں کے لحاظ سے ہر انسان اس میں شامل ہے۔ اور یا پھر ہر انسان براہِ راست اس میں شامل نہیں بلکہ کامل انسان کے تابع ہو کر شامل ہے اور معنے یہ ہیں کہ اے کامل انسان تُو اپنے رب کو پانے کے لئے بڑی قربانیاں کرے گا اور آخر ایک دن اس کو پا ہی لے گا۔ اور جب کوئی کامل انسان اُس کو پا لیتا ہے تو پھر سب کو حکم ہو جاتا ہے کہ تم بھی اسی راستہ پر چلو اور خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کر لو۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے رستے کا ملنا معمولی بات نہیں ہوتی اس غرض کے لئے انسان کو اتنی محنت کرنی پڑتی ہے کہ اس کی ہڈیوں تک اثر پہنچ جاتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ لقائے الٰہی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب انہیں ایمان نصیب ہو گیا تو کچھ دیر بیٹھ کر ایمان کی باتوں کا مزا لے لینے اور نماز روزہ وغیرہ ادا کر لینے سے ہی ان کی روحانیت کامل ہو جائے گی۔ حالانکہ روحانیت کامل ہوتی ہے اُس غم کی وجہ سے جو عشق سے پیدا ہوتا ہے جس کے اثر سے انسان کی ہڈیاں تک گُھل جاتی ہیں۔ جب تک انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے متعلق یہ رغبت پیدا نہ ہو، یہ غم پیدا نہ ہو، یہ عشق اور محبت پیدا نہ ہو اُس وقت تک مُلٰقِیْهِ کا مقام اُسے میسر نہیں آسکتا۔ باقی نماز پڑھ لینا یا روزے رکھ کر یہ سمجھ لینا کہ میں نے بڑی مشقت برداشت کر لی ہے ایسی باتیں نہیں جو کدح میں شامل ہوں۔ اس سے بہت زیادہ مشقت طلب کام لوگ کرتے ہیں، بوہڑوں کو دیکھ لو وہ کتنی محنت کرتے ہیں، دھوبیوں کو

دیکھ لو وہ کس قدر مشقت کا کام کرتے ہیں، سقوں کو دیکھ لو وہ کس قدر تکلیف برداشت کرتے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ اس کام سے اُن کی ہڈیاں گھلنی شروع ہوجائیں۔ کام کا جتنا اثر ہوتا ہے صرف جسم پر ہوتا ہے جو کچھ دیر کے بعد زائل ہوجاتا ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ کادحٌ کا لفظ استعمال فرماتا ہے اور کدح اس بات کو کہتے ہیں کہ انسان ایسا عمل کرے کہ یوں معلوم ہو کہ اس کی صحت بگڑ جائے گی، اُس کی ہڈیاں گھل جائیں گی اور اُس کا جسم تباہ ہوجائے گا۔ جب انسان اس رنگ میں کام کرتا ہے تب اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بغیر اُس کا اپنی کامیابی کے متعلق امید رکھنا غلطی ہوتی ہے۔

مَیں نے اپنی جماعت میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کو اس غرض کے لئے قائم کیا ہے کہ وہ محنت کریں اور مشقت طلب کاموں کی اپنے اندر عادت پیدا کریں۔ جب تک انسان اپنے اوقات کو ضائع ہونے سے نہیں بچاتا اُسے خدا نہیں مل سکتا۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے اصل قیام کا مقصد یہ ہے کہ جماعت میں مشقت طلب کاموں کی عادت پیدا ہو اور ہر فرد کسی نہ کسی کام میں مشغول رہے۔ پس یَاۤ اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک ہر انسان اپنے آپ کو کام کرتے کرتے فنا نہیں کر دیتا اُس وقت تک قومی طور پر خدا نظر نہیں آ سکتا۔ انفرادی طور پر بے شک انسان کو کدح کے بعد لقائے الٰہی حاصل ہوجاتا ہے مگر قومی طور پر اُسی وقت لقائے الٰہی کی نعمت حاصل ہوتی ہے جب قوم کا ہر فرد اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے۔

دنیا میں لقائے الٰہی دو طرح سے حاصل ہوتا ہے ایک فردی طور پر اور ایک قومی طور پر۔ اگر قوم تباہ بھی ہوچکی ہو تب بھی فردی طور پر انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل باوجود اس کے کہ مسلمان قومی طور پر تباہ و برباد ہوچکے تھے ان میں بعض بزرگ پائے جاتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ غزنوی کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ وہ بزرگ انسان تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے حضرت مجدد صاحب بریلویؒ یا حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ اور اسی طرح بعض اور بزرگ گزرے ہیں مگر یہ چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے چند نفوس تھے جو خدا تعالیٰ سے ملے۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ نے یہ دکھانے کے لئے بھیجا تھا کہ اسلام اب بھی اپنے اندر طاقت رکھتا ہے اور اب بھی وہ لوگوں کو زندہ کر سکتا ہے، اب بھی وہ انہیں خدا تعالیٰ کے دربار تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر قومی طور پر ان کے وجود سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ پس حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کیا تھے؟ وہ درحقیقت حجت تھے سستوں پر، وہ حجت تھے غافلوں پر اور یہ بتانے کے لئے بھیجے گئے تھے کہ اسلام اب بھی اپنے اندر زندگی بخش اثرات رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت سید اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کیا تھے؟ وہ حجت تھے سستوں پر، وہ حجت تھے غافلوں پر اور یہ بتانے کے لئے بھیجے گئے تھے کہ اسلام اب بھی اپنے اندر زندگی بخش اثرات رکھتا ہے مگر بحیثیت ایک قوم اسلام کو اُن کے وجود سے

کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ اسلام نام تھا چالیس کروڑ افراد کا جن میں سے کوئی چین میں رہتے تھے، کوئی جاپان میں رہتے تھے، کوئی سماٹرا اور جاوا میں رہتے تھے اور کوئی دوسرے ممالک میں رہتے تھے۔ اور یہ وہ ممالک ہیں جہاں اِن لوگوں کی کوئی آواز نہیں پہنچی۔ یوں ہماری جماعت بھی ابھی چھوٹی سی ہے مگر ہماری جماعت وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے مختلف ممالک میں پھیل رہی ہے۔ پس وہ لوگ صرف غافلوں پر حجت تھے اور اس بات کی دلیل تھے کہ خدا اب بھی لوگوں کو زندہ کر سکتا ہے ورنہ اُن کے زمانہ میں قومی طور پر مسلمانوں نے خدا کے چہرہ کو نہیں دیکھا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ اے جماعتِ مومنین کے افراد تم میں سے ہر شخص کو اِس راستہ میں اپنے آپ کو فنا کر دینا پڑے گا تب تمہیں قومی طور پر خدا تعالیٰ کا چہرہ نظر آئے گا اور اس کے لقاء کی نعمت تمہیں میسّر آئے گی۔ اور یہی نعمت حقیقی نعمت ہوتی ہے ورنہ انفرادی طور پر تو ہر زمانہ میں لوگ خدا تعالیٰ کو پاتے رہتے ہیں۔ لیکن انفرادی طور پر خدا تعالیٰ کو پا لینے سے قوم کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ قومی طور پر اُسی وقت خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہوتا ہے اور قوم کا ہر فرد خدا تعالیٰ کا چہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے جب ہر فرد اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قُرب کے راستوں میں فنا کر دیتا ہے اور اُس وقت تک پیچھے نہیں ہٹتا جب تک اس نعمتِ عظمیٰ کو حاصل نہیں کر لیتا۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ جزو ۴ صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷)

خدا کے نشان کب ظاہر ہوتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا کے نشان تبھی ظاہر ہوتے ہیں جب اُس کے مقبول ستائے جاتے ہیں۔ اور جب حد سے زیادہ اُن کو دُکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرے گا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱)

طفلِ معصوم

(مکرم عبدالمنّان صاحب ناہید)

(۱)

درد سے چُور چُور دِل میرا
اکثر اوقات یوں دھڑکتا ہے
طفلِ معصوم جس طرح کوئی
خواب میں چونک کر بلکتا ہے

(۲)

طفلِ معصوم جیسے رو رو کر
ماں کی آغوش میں سکوں پائے
کاش یہ دردمند دل میرا
یوں خدا کے حضور جھک جائے

اخلاق و عادات میں نیک تغیر اور اُس کی اہمیت

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

(۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کے احباب سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"میں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچا تعلق پیدا کرتے ہو اس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں، عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو جو دوسروں کے لئے ہدایت اور سعادت کا موجب ہو۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

ان مختصر مگر جامع الفاظ میں حضور علیہ السلام نے احمدیت کے قیام کا مقصد بیان فرمایا ہے جو یہ ہے کہ احمدیت قبول کر لینے کے بعد ہم میں ایک مخفی تبدیلی نہیں بلکہ نمایاں تبدیلی ہونی چاہیئے جسے دیکھ کر ہر شخص یہ محسوس کرے کہ احمدیت ایک سچائی اور صداقت ہے جسے قبول کر کے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے، احمدیت ایک حقیقت ہے جس کے ذریعہ انسان انوارِ الٰہی کا مورد اور افضالِ الٰہی کا وارث بن جاتا ہے جو دنیا میں ایک نیک تغیر اور عظیم روحانی انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی مقصد کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے نہایت درد اور جوش کے ساتھ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں اپنے نفس میں انتہا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں .... اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھ کر کہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو ان پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو .... میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا، نمایاں تبدیلی مطلوب ہے تاکہ مخالف شرمندہ ہوں اور لوگوں کے دلوں پر یک طرفہ روشنی پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آکر تائب ہوئے۔ وہ کیوں ؟ اُس عظیم الشان تبدیلی نے جو صحابہؓ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے ان کو شرمندہ کیا۔ عکرمہ کا حال تم نے سنا ہوگا۔ اُحد کی مصیبت کا بانی مبانی یہی تھا اور اُس کا باپ ابو جہل تھا لیکن آخر اُسے صحابہ کرامؓ کے نمونوں نے شرمندہ کیا۔ میرا مذہب یہ ہے کہ خوارق نے ایسا اثر نہیں کیا جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے پاک نمونوں اور تبدیلیوں نے لوگوں کو حیران کیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ ہمارا چچازاد کہاں سے کہاں پہنچا۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۵)

مذہب کی غرض وغایت یہی پاک تبدیلی اور یہی نیک تغیر بپا کرنا ہے جو ایک انسان کو خدا کے رنگ میں رنگین کر کے اُسے اس میں جذب و فنا کر دیتا ہے۔ یہی اس زندگی کا مقصد اولیٰ ہے۔ ہم اگر علمی مباحث میں اُلجھے رہیں اور فلسفیانہ دلائل میں بحث ہی کو احمدیت کی اصل غرض وغایت سمجھ لیں تو ہم دھوکہ خوردہ ہیں۔ مختلف علمی مسائل اپنی ذات میں اہم ہونے کے باوجود ہمارے اصل مقصد کے پیش نظر محض ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔ احمدیت کے قیام کا اصل مقصد وہی ہے جو حضور علیہ السلام نے واضح طور پر مندرجہ بالا الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی یہ کہ ہم حضور علیہ السلام کو قبول کر کے اپنے اخلاق، اطوار اور کردار میں ایک نیک تغیر اور واضح تبدیلی پیدا کریں جسے دیکھ کر دشمن بھی احمدیت کی سچائی اور حقانیت کا معترف ہو جائے۔

(۲)

خدا تعالیٰ کے فضل سے انصار اللہ اپنی تحریروں، اپنی تقریروں اور اپنے اجتماعات میں خواہ وہ مرکزی ہوں یا مقامی ہمیشہ یہی مقصد عظیم سامنے رکھتے ہیں اور اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہمیشہ انہی باتوں کی تلقین کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق خدا کے فضل سے مجلس کے تمام پروگرام تربیتِ نفس کے محور کے گرد گھومتے اور اسی مرکزی نقطہ پر مرتکز ہوتے ہیں۔ اور قیادتِ تعلیم کے پروگرام، قیادتِ تربیت کے پروگرام، قیادتِ اصلاح وارشاد کے پروگرام، اور قیادتِ ایثار کے پروگرام اسی اصول اور اسی مرکزی نقطہ کو پیش نظر رکھ کر ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ ان پر خدا کے فضل سے انصار کی ایک کثیر تعداد عمل پیرا ہے جو اپنے اندر ایک نیک تغیر اور پاک تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔ پھر انصار ہی پر منحصر نہیں خدام الاحمدیہ اور اماء اللہ بھی خدا کے فضل سے اسی راہ پر گامزن ہیں۔ ان کے جلسے اور اجتماعات کے جملہ پروگرام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی رنگ میں رنگین اور اسی مقصدِ عظیم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس مجاہدِ عظیم المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کو جس کی دُور رس نگاہ نے خدام و اطفال و انصار اور لجنات سبھی کو بظاہر الگ الگ دینی تنظیموں سے وابستہ کر کے اور الگ الگ راہ پر گامزن کر کے ایک نقطۂ مرکزی پر جمع کر دیا ہے۔ وھو المراد والمقصود۔

(۳)

جماعت احمدیہ کے ہر طبقہ کا کردار خدا کے فضل سے اس قدر بلند ہے اور اس میں نیک تغیر اور پاک تبدیلی اس قدر واضح ہے کہ اسے دیکھنے والا ہر شخص محسوس کرتا ہے اور وہ لوگ بھی جو احمدی نہیں مگر انصاف پسند واقع ہوئے ہیں دل سے اس امر کے معترف ہیں کہ اس زمانہ میں صحیح معنی میں اسلامی اخلاق و اقدار کے حامل صرف احمدی ہیں۔ چنانچہ علامہ نیاز فتحپوری ایسے غیر متعصب مگر بالغ نظر صائب الرائے ادیب نے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہیں

خدام الاحمدیہ کی ایک مجلس میں فرمایا :-

" احمدی تحریک کا ذکر تو میں عرصے سے سنتا چلا آرہا تھا لیکن خود اس پر غور و فکر کرنے کا موقع حال ہی میں ملا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر تعلیمِ اسلام کا مقصد واقعی بلندیٔ کردار، حسنِ عمل اور طہارتِ نفس ہے (جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا) تو اس وقت غالباً احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس نے صحیح معنی میں اس مقصدِ عظیم کو سمجھا اور اسے اجتماعی حیثیت بخشی ہے "

(الفضل ۲ر اکتوبر ۱۹۶۳ء)

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا :-

" یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس کی استقامتِ عزم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ استقامت کسی جماعت میں اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کا بانی و مؤسس خود بڑا مخلص انسان ہو۔

جماعت احمدیہ کا دائرۂ عمل جس قدر وسیع ہو چکا ہے اس کی تفصیل کا موقع ہے نہ ضرورت لیکن اس وقت یہ ظاہر کر دینا غالباً نامناسب نہ ہو گا کہ اس کا نصب العین صرف قرآن اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تعلیماتِ اسلام، اخلاقِ اسلام اور غایتِ ظہورِ اسلام کی عملی مثالیں بھی قائم کرنا ہے۔ یعنی وہ صرف یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو جاتے کہ اخلاق بلند کرو بلکہ اپنے کردار و عمل سے بھی اس تعلیم کی برکات کا ثبوت دیتے ہیں اتنا صاف اور واضح ثبوت جس سے عقل بصر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ اگر تحریکِ احمدیت کے آغاز سے اس وقت تک کی ان تمام خدمات کا جائزہ لیں جو اس نے خالص اخلاقی نقطۂ نظر سے مفادِ عامہ کے لئے انجام دی ہیں تو آنکھیں کھل جاتی ہیں " (الفضل ۲ر اکتوبر ۶۳ء)

قارئین کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر کہ :-

" میرا مذہب یہ ہے کہ خوارق نے ایسا اثر نہیں کیا جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے پاک نمونوں اور تبدیلیوں نے لوگوں کو حیران کیا " (ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۴۶)

ایک بار پھر غور فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسی صحیح بات فرمائی اور کیسی عظیم صداقت کا آپ نے اظہار فرمایا ہے۔ احمدیت کی تاریخ خوارق و معجزات سے بھری پڑی ہے۔ کسوف و خسوف کے معجزات، طاعون اور بیماریوں کے معجزات، تباہ کن جنگوں کے معجزات، زلازل و حوادث کے معجزات، بے شمار پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے معجزات، قبولیتِ دعا کے معجزات، نامساعد حالات میں مخالفتوں اور روکوں کے باوجود جماعت احمدیہ کے اطراف و اکنافِ عالم

میں پھیلتے جانے اور دن بدن ترقی کرتے چلے جانے کے معجزات، پھر زندہ خدا کے ہر آن زندہ نشانات اور معجزات۔ لوگوں نے یہ سب کچھ دیکھا مگر انکار پر انکار کرتے چلے گئے اور انکار پر اصرار کرتے رہے۔ ان بے شمار معجزات کو محض اتفاقات زمانہ گردان کر انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ اور انہیں دیکھ کر انہوں نے کوئی اثر قبول نہ کیا مگر جس بات نے خدا کے فضل سے ان پر نمایاں اثر کیا وہ "پاک نمونے اور نیک تبدیلیاں" ہیں جو ایک مرد خدا کو پہچاننے سے پیدا ہوتی ہیں اور مامور من اللہ کے طفیل ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے مختلف قسم کے معجزات بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایک خوارق تو شق القمر وغیرہ کے علمی رنگ کے ہیں اور دوسرے حقائق و معارف کے تیسرا طبقہ معجزات کا اخلاقی معجزات ہیں۔ اخلاقی کرامت میں بہت اثر ہوتا ہے۔ فلاسفر لوگ معارف اور حقائق سے تسلّی نہیں پا سکتے مگر اخلاق عظیم ان پر بہت بڑا اور گہرا اثر کرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۰۱)

اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تُو نے تاریکی اور ظلمت، دہریت و الحاد اور کفر و ضلالت کے اس دَور میں ہمیں حقیقی نور اور معرفت سے نوازا اور اپنے مامور کو پہچاننے کی توفیق دی۔ الحمد للہ۔ یہ تیری ذرّہ نوازی ہے جو تیری رحمانیت کی دلیل ہے۔ تو ہماری پردہ پوشی فرما، ہماری غلطیاں معاف کر دے۔ ہمیں مغفرت کی چادر میں چھپا لے اور ہمارے دل اپنے نور سے معمور کر دے، اس طرح کہ تمام تاریکی پھٹ جائے، تمام کدورت جاتی رہے۔ پھر دل کے آئینہ میں تُو جلوہ گر ہو۔ اے اللہ! ہم قدم قدم پر تیری مدد و نصرت اور راہنمائی کے محتاج ہیں۔ تُو ہر آن ہماری مدد فرما اور ہمیں منعم علیہم کے رستہ پر چلا یہاں تک کہ ہمیں تُو مل جائے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ آمین یا ربّ العالمین ۔

خدا تعالیٰ کی تجلّیات کی چمکار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ صدقِ دل اور اخلاص کے ساتھ صحتِ نیّت اور پاک ارادہ اور سچی تلاش کے ساتھ ایک مدّت تک ہماری صحبت میں رہیں تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی تجلیات کی چمکار سے اُن کی اندرونی تاریکیوں کو دُور کر دے گا۔" (ملفوظات جلد سوم)

لطف و کرم اور جود و سخا کا بحرِ بیکراں

آنحضرتؐ کی شفقت و رأفت کی بے اندازہ وسعت

(مکرّم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ قرار دیا ہے۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجودِ باجود تمام ملکوں، تمام زمانوں، انسانیت کے تمام طبقوں، بلکہ خلقِ خدا کے تمام طبقوں کے لئے سرتا پا اللہ تعالیٰ کی رحمت، رأفت اور شفقت کا مجسّمہ تھا۔ یہاں تک کہ ع

بیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

(مسیح موعود علیہ السلام)

یعنی آپ کا وجود ہمارے ربِ رحیم کی ایک کامل ظلّی تصویر بن گیا۔

اس شفقت و رحمت کے بحرِ بیکراں میں سے چند موتی ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

اپنے غریب صحابہؓ پر لطف و کرم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غریب صحابہؓ کی ضروریات و تکالیف کا بہت خیال رکھتے۔ اُن کے چہروں سے ہی اُن کی تکالیف کا اندازہ کر لیتے اور پھر ایسے رنگ میں اس تکلیف کو رفع فرماتے کہ شفقت و محبت کی ایک بارش اُن پر برسا دیتے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو عشقِ رسولؐ کی وجہ سے ہر وقت بارگاہِ عالی پر پڑے رہتے بعض اوقات کئی کئی وقتوں کا فاقہ آجاتا۔ مندرجہ ذیل حدیث میں اسی قسم کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے اور یہ کہ کس محبت و شفقت کا اظہار کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف کو دُور فرمایا۔ نہ صرف ابوہریرہ رضؓ کی بھوک کو دُور کیا بلکہ ایک شخص کو بھوکا دیکھ کر آپؐ کو بہت سے بھوکے ساتھی یاد آگئے اور آپؐ نے سب کی بھوک کو دُور کر دیا۔ اور نہ صرف ابوہریرہؓ کی جسمانی بھوک کو دُور کیا بلکہ روحانی غذا سے بھی سیر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ضروریات کا خود کفیل تھا۔ چنانچہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ایک دُودھ کا پیالہ بطور تحفہ کسی صحابی کی طرف سے بھجوایا۔ مگر آپؐ نے وہ دُودھ استعمال نہ فرمایا جب تک اپنے جاں

میں رہنے والے تمام فاقہ مست صحابہؓ کی بھوک کو دور نہ کر لیا۔ آپؐ کی روحانی فراست نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ پیالہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بھجوایا ہے کہ تا میری بھوک دور ہو۔ اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ میری بھوک دور کرنے سے قبل یہ پیالہ ختم ہو جائے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک ایک کر کے اپنے سب موجود صحابہؓ کو دودھ سے سیر کر دیا۔ سب صحابہؓ سیر ہو گئے اور دودھ ختم نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ایک زندہ معجزہ دکھایا۔ اپنے سب دوستوں کی بھوک دور کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ خود استعمال فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِیْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰى طَرِيْقِهِمُ الَّذِیْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ اَبُوْبَكْرٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ اِلَّا لِيُشْبِعَنِیْ فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِیْ عُمَرُ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا سَاَلْتُهٗ اِلَّا لِيُشْبِعَنِیْ فَمَرَّ فَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِیْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِیْ وَعَرَفَ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَمَا فِیْ وَجْهِیْ ثُمَّ قَالَ اَبَا هِرٍّ فَقُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْحَقْ وَمَضٰى فَتَبِعْتُهٗ فَدَخَلَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ اَيْنَ هٰذِهِ اللَّبَنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ اکثر سنایا کرتے تھے کہ مجھے اُس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بھوک کی وجہ سے مَیں (بعض اوقات اس قدر بیتاب ہو جاتا کہ) اپنے جگر کو زمین پر لگاتا اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن (ایسی ہی حالت میں) مَیں اُس راستے میں بیٹھ گیا جدھر سے صحابہؓ نکلا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے۔ مَیں نے آپ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے (بھوکوں کو روٹی کھلانے کے متعلق) کوئی آیت دریافت کی۔ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ (یہ میری حالت دیکھ کر اس اشارہ کو سمجھ جائیں اور) مجھے کھانا کھلائیں۔ حضرت ابوبکرؓ (آیت بتا کر) گزر گئے اور مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے اُن کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوا لیکن وہ میرے اشارہ کو نہ سمجھے۔ اس کے بعد میرے پاس سے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے۔ آپؐ نے مجھے دیکھتے ہی تبسم فرمایا اور میری اندرونی و بیرونی حالت کو اچھی طرح سے معلوم کر لیا۔ پھر فرمایا ابوہریرہؓ! مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ مَیں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ۔ اور آپؐ چل پڑے مَیں آپؐ کے پیچھے تھا۔ آپؐ (گھر میں) داخل ہوئے تو ایک

قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ
فُلَانَةٌ - قَالَ اَبَا هِرٍّ قُلْتُ
لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْحَقْ
اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِيْ
قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ
الْاِسْلَامِ لَا يَأْوُوْنَ اِلٰى اَهْلٍ
وَلَا مَالٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ اِذَا اَتَتْهُ
صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ وَلَمْ
يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَاِذَا اَتَتْهُ
هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ وَاَصَابَ
مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا - فَسَاءَنِيْ
ذٰلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ
فِيْ اَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ اَحَقُّ اَنَا
وَاَنْ اُصِيْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ
شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا فَاِذَا جَاءُوْا
اَمَرَنِيْ فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِيْهِمْ وَ
مَا عَسٰى اَنْ يَبْلُغَنِيْ مِنْ هٰذَا
اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ
وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بُدٌّ فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ
فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ
فَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ
فَقَالَ اَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خُذْ فَاَعْطِهِمْ
فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِيْهِ

پیالے میں دُودھ دیکھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر والوں نے آپ کو بتایا کہ فلاں شخص یا فلاں عورت نے آپ کو تحفہ بھیجا ہے۔ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ مَیں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اصحابِ صُفّہ کو بُلا لاؤ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اصحابِ صفّہ اسلام کے مہمان تھے کسی گھر بار، مال یا کسی شخص کے پاس پناہ نہیں لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اگر کوئی صدقہ آتا تو آپؐ وہ اُنہیں بھجوا دیتے اور خود اُس میں سے کچھ بھی نہ لیتے تھے۔ اور اگر آپؐ کے پاس کوئی تحفہ آتا تو وہ اُنہیں بھی بھجواتے اور خود بھی استعمال کرتے اور اُنہیں اس میں شریک کرتے۔ (حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ چونکہ مَیں بھُوک سے نڈھال تھا اور دودھ کا ایک ہی پیالہ تھا) اس لئے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اچھا نہ لگا اور مَیں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اصحابِ صفّہ میں اِس دودھ کا کیا بنے گا۔ مَیں اِسکا زیادہ حقدار تھا کہ مَیں اِس میں سے چند گھونٹ پی کر جسم کو طاقت پہنچاتا۔ اور اب تو جب اصحابِ صُفّہ آئیں گے تو (باوجود اِس قدر ضرورت اور حرص کے) مَیں خود ہی اُن کے سامنے یہ دودھ پیش کرنے والا بنوں گا اس لئے اُمید نہیں کہ اِس دودھ میں سے مجھے بھی کوئی حصہ ملے لیکن (مشکل یہ آپڑی کہ) اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسُول کی اطاعت کے بغیر چارہ نہ تھا پس

الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ عَلٰى يَدِهٖ فَنَظَرَ اِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ اَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُّ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُوْلُ اشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ مَسْلَكًا قَالَ فَاَرِنِيْ فَاَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ ۔ (بخاری کتاب الاستیذان)

(ناچار) مَیں اصحابِ صُفّہ کو بُلا لایا۔ وہ سب آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی۔ جب وہ گھر کے اندر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ مَیں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کو دودھ پیش کرو۔ پس مَیں ایک آدمی کو دودھ پیش کرتا وہ پیتا اور اس قدر پیتا کہ سیر ہو جاتا پھر وہ پیالہ مجھے دیدیتا تو مَیں دوسرے کو دیتا۔ وہ بھی اس قدر پیتا کہ سیر ہو جاتا اور پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ یہاں تک کہ (باری باری) مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا جبکہ سارے آدمی خوب سیر ہو چکے تھے۔ آپؐ نے پیالے کو اپنے ہاتھ پر رکھ لیا۔ میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا ابوہریرہ! مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ مَیں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا (اب) مَیں اور تم باقی رہ گئے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضورؐ نے سچ کہا۔ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ مَیں بیٹھ گیا اور پینے لگا۔ (جب ختم کیا تو) آپ نے فرمایا اور پیو۔ آپؐ بار بار مجھے اور پیو کا ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ مَیں نے کہا اب نہیں۔ اور مجھے اُس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق و حکمت کے ساتھ بھیجا ہے اب تو دودھ کے لئے اندر جانے کا راستہ بھی نہیں رہا۔ آپؐ نے فرمایا اچھا تو پیالہ مجھے دکھاؤ۔ مَیں نے پیالہ آپؐ کو دیدیا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، اللہ کا نام لیا اور بقیہ دودھ پی لیا۔

۲۔ دشمنوں پر لطف و کرم

عبد اللہ بن اُبَیّ ابن سلول مدینہ میں منافقین کا سردار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن تھا۔ ایک موقعہ پر اس بدبخت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کا نعوذ باللہ من ذالک ذلیل ترین وجود قرار دیا اور

اس طرح اپنے بغض وکینہ کا اظہار کیا۔ اس پر خود اس کے اپنے بیٹے نے محسوس کیا کہ اس کی سزا صرف قتل ہی ہو سکتی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وکرم کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے ازراہِ شفقت معاف کر دیا۔ زندگی بھر یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان لوگوں کے بغض وبے ایمانی کی اطلاع دی۔ تاہم جب یہ رئیس المنافقین فوت ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کفنانے کے لئے اس کے بیٹے کی درخواست پر اپنی قمیص عطا فرمائی۔ پھر باوجود صحابہ کے روکنے کے اس پر نماز جنازہ پڑھی کہ شاید کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ کی صفت کا حامل خدا اُسے معاف ہی کر دے۔ دنیا میں کوئی اور مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ کس نے اپنے اس قدر بغیض اور شدید دشمن کو اس حد تک معاف کر دیا ہو کہ اس کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا مانگنی شروع کر دی ہو۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَیٍّ لَمَّا تُوُفِّیَ جَاءَ ابْنُهٗ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ قَمِيْصَكَ اُكَفِّنْهُ فِيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ فَاَعْطَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهٗ وَقَالَ اٰذِنِّیْ اُصَلِّیْ عَلَيْهِ فَاٰذَنَهٗ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يُّصَلِّیَ عَلَيْهِ جَذَبَهٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَيْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ اَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنی قمیص عنایت فرمائیں کہ میں اس میں اپنے باپ کو کفن دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنی قمیص عطا کر دی اور فرمایا (جنازہ تیار ہونے پر) مجھے اطلاع دینا میں اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ اس نے آپؐ کو اطلاع کی۔ جب آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو کھینچا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کا جنازہ پڑھنے سے نہیں روکا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو اُن کے لئے استغفار کر یا نہ کر۔ ہاں اگر تو اُن کے لئے ستر بار بھی استغفار کریگا اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا (پھر آپؐ نے اپنے اختیار کو منافق کے حق میں استعمال کرتے ہوئے) اس کی نماز

مِنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا ۔
(بخاری ۔ باب فی الجنائز)

جنازہ پڑھی ۔ تب قرآن کریم میں یہ بات بطور حکم کے نازل ہوئی کہ ان منافقوں میں سے جو کوئی مر جائے اس کا جنازہ ہرگز نہ پڑھ ۔

۳۔ انسانیت کے کمزور ترین طبقات پر لطف و کرم

زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے جنہوں نے باوجود آزاد ہونے کے حضورؐ کی غلامی کو ترجیح دی اور اپنے باپ اور چچا کے ساتھ واپس جانے سے انکار کر دیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عشق و وفا کا جواب اس طرح دیا کہ زیدؓ کو اپنا بیٹا قرار دے دیا ۔ حضورؐ کے الطاف و افضال کی زیدؓ پر بارش برستی تھی ۔ مگر ہو سکتا ہے کہ اُن کے ذہن پر غلامی کے داغ کا اثر باقی رہ گیا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احساس کمتری کو بالکل ختم کرنے کے لئے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے اُن کی شادی کر دی ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پے در پے احسانات تھے جو زیدؓ پر ہو رہے تھے ۔ زید بلحاظ اپنی خوبیوں کے ان تمام باتوں کے مستحق تھے لیکن عام طور پر دنیا میں اس قسم کے مستحقین اگر انسانیت کے فلاکت زدہ طبقہ سے متعلق ہوں تو گمنام ہو کر رہ جایا کرتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و کرم زیدؓ کو ہر قسم کی ذہنی زنجیروں سے آزاد کر کے انہیں ترقی کے انتہائی بلند مقام پر دیکھنا چاہتا تھا ۔ آپؐ نے زیدؓ کو ایک جنگ میں اسلامی لشکر کا کمانڈر بھی مقرر کیا ۔ پھر آپؐ کے لطف و کرم کا سلسلہ زیدؓ کی شہادت کے بعد ختم نہیں ہوا بلکہ آپؐ کا دستِ تلطف زیدؓ کے بیٹے حضرت اسامہؓ تک بھی پہنچا ۔ قیصر کے خلاف جو لشکر آپؐ نے تیار کیا اُس میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو کمانڈر بنایا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ کو اُن کے ماتحت رکھا ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ ایک غلام اور ایک غلام زادے کو آزاد، غیور اور جری عربوں پر کمانڈر بنایا گیا اور عزت کے بلند ترین مقام تک پہنچایا گیا ۔

ایک مرتبہ جب اسامہؓ بن زیدؓ کو ایک لشکر پر کمانڈر مقرر کیا گیا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کو خاطر میں نہ لائے اور اپنے ایاز کو محمود بنانے پر اصرار کیا ۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس کا تذکرہ اس طرح ہے کہ :-

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَ اَمَّرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیار کیا اور اُس پر اسامہؓ بن زیدؓ کو

عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ۔ (بخاری)

کمانڈر بنایا۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں اسامہ کی امارت پر اعتراض ہے تو اسی طرح تمہیں اس سے پہلے اس کے باپ زیدؓ کی امارت پر بھی اعتراض تھا اور خدا کی قسم وہ امارت کا حقدار تھا اور میرے لئے میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھا اور اس کے بعد یہ اسامہ میرے لئے میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لطف وکرم ہی تھا کہ جس نے ایک غلام اور غلام زادے کو قومی تمدن کے آخری درجے تک بلند کیا اور نہ صرف ظاہری طور پر بلند کیا بلکہ انہیں اپنی محبت وشفقت کا مورد بھی بنایا اور اس سلسلہ میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائے۔

۴۔ ایک غریب آدمی کی دلجوئی کا انوکھا طریق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ظاہری تکالیف کا خیال ہی نہ رکھتے تھے بلکہ ایک شفیق اور وُدُود ماں کی طرح ان پر کئی طرح سے اظہارِ محبت بھی کرتے تھے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم تو حضور علیہ السلام کے جاں نثار عُشّاق تھے اور حضورؐ کی طرف سے اظہارِ محبت ان کی اعلیٰ ترین جنت تھی۔ ایک تقسیم کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک صحابی مخرمہؓ کو چھوڑ گئے حالانکہ وہ ہر طرح سے اپنے حالات کے لحاظ سے مستحق تھے کہ انہیں حصہ ملتا۔ حضرت مخرمہؓ کے لئے بھی یہ امر ناقابلِ برداشت تھا کہ وہ اپنے شفیق روحانی باپ کی نظرِ کرم سے کس طرح چوک گئے۔ بعد میں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حصہ دیا اور جس رنگ میں ساتھ ہی اپنی محبت و تعلق کا اظہار بھی فرمایا۔ اس سے مخرمہؓ کے دل پر کیا گزری ہوگی، اس کو لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ

مِسْوَر بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قبائیں تقسیم فرمائیں لیکن مخرمہؓ کو کچھ نہ دیا (مخرمہؓ کے لئے یہ بات

يُعْطِ مَخْرَمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ خَبَأْنَا هٰذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ۔

(بخاری۔کتاب الھبۃ)

ناقابلِ برداشت تھی چنانچہ) انہوں نے مجھ سے کہا اے میرے بیٹے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لے چل۔ مَیں لے گیا۔ حضور علیہ السلام کے گھر پہنچ کر مَیں نے حضور علیہ السلام کو بُلایا تو حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے اور آپؐ نے اُن چغوں میں سے ایک چغہ خود پہنا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے مخرمہ! دیکھو مَیں نے یہ چغہ تیرے لئے چُھپا کر رکھا ہوا تھا۔ آپؐ نے مخرمہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا مخرمہ راضی ہو گیا ہے۔

اللہ اللہ اپنے ادنیٰ خدام کی یہ دلجوئی اور یہ اظہارِ محبّت!

۵۔ غرباء و مساکین پر لطف و کرم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت پر سارے عرب کا حکمران بنا دیا۔ اموال آپؐ کے قدموں میں تھے مگر آپ نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لُٹا دیا۔ جو اموال آتے وہ غرباء و مساکین میں فوراً تقسیم فرما دیتے۔ اپنے لئے باوجود غنی ہونے کے فقر کی زندگی کو پسند کیا اور فرمایا کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کہ مَیں اپنے فقر پر فخر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا سب کچھ اپنی مخلوق پر قربان کرنے کی توفیق دی ہے۔ اور یہ فقر میرے لئے باعثِ افتخار ہے۔ ایک نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ گھر میں کچھ سونا پڑا رہ گیا ہے۔ حضورؐ اسے تقسیم کرنا بھُول گئے تھے۔ اس وقت حضور علیہ السلام کی کیا حالت ہوئی اس کا حدیث شریف میں اس طرح ذکر آتا ہے:۔

عَنْ عُقْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ

عقبہؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز ادا کی۔ آپؐ نے سلام پھیرا پھر آپؐ جلدی سے اُٹھ کر لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ایک کے حجرے کی طرف گئے۔ صحابہؓ آپؐ کی اس جلدی اور تیزی سے گھبرا گئے۔ جب

فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ
فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ
عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِيْ
فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ۔

(بخاری باب بدءِ الأذان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے محسوس کیا کہ صحابہ آپؐ کی تیزی پر متعجب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں یاد آیا تھا کہ گھر میں کچھ سونا پڑا رہ گیا ہے میں نے اس امر کو ناپسند کیا کہ یہ خیال مجھے بار بار آئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی محویت سے روکے۔ میں گیا اور اس کے تقسیم کرنے کے متعلق ہدایات دیں۔

عام دنیا دار اس وجہ سے مشوش ہوتے ہیں کہ ان کا گھر مال سے خالی ہے اور حضور علیہ السلام کے مخلوقِ خدا پر احسانات کا یہ عالم ہے کہ حضورؐ اس امر پر مشوش ہوئے کہ سونا آپؐ کے گھر میں کیوں پڑا رہ گیا۔ غرباء و مساکین پر حضورؐ کے لطف و کرم کے ذکر میں مندرجہ ذیل دو احادیث بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں کہ کس طرح غرباء بے تکلفی سے بچوں کی طرح آپؐ سے سوال کرتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح ایک شفیق باپ کی طرح غریب مخلوقِ خدا کو اپنے بچے ہی سمجھتے اور یہاں تک حضورؐ سے ممکن ہوتا اپنی عطا سے انہیں مالامال کر دیتے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلًا
مِنْ حُنَيْنٍ عَلِقَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُوْنَهُ
حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ إِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ
رِدَاءَهُ فَوَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ
فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا
لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ
بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا۔

(بخاری)

جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ غزوۂ حنین سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں بدو آپؐ کو چمٹ گئے اور آپؐ سے مانگنے لگے۔ انہوں نے آپؐ کو گھیر لیا اور دھکیل کر ایک ببول کے درخت کی طرف لے گئے۔ بدوؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اچک لی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا بھئی میری چادر مجھے واپس دیدو۔ اگر میرے پاس اتنے چوپائے بھی ہوتے جتنے اس جنگل میں جھاڑ کے درخت ہیں تو وہ میں سب تم میں تقسیم کر دیتا اور تم مجھے نہ کنجوس، نہ جھوٹا اور نہ ہی بزدل پاتے۔

ایک اور موقعہ پر ایک بدو نے سختی سے آپؐ سے مال کا مطالبہ کیا۔ آپؐ اس کی بے تکلفی پر مسکرائے۔ پوری حدیث یہ ہے کہ:-

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهُ اَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيْدَةً حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ مُرْلِيْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَلَهُ بِعَطَاءٍ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا اور آپ پر ایک موٹے حاشیے والی نجرانی چادر تھی۔ ایک بدو نے آپ کو آلیا اور آپ کی چادر کو پکڑ کر اس زور سے آپ کو کھینچا کہ چادر کے کنارے نے کھینچنے کی شدت کی وجہ سے آپ کی گردن پر نشان ڈال دیا۔ بدو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ہے مجھے اس میں سے دلوائیں۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ہنس پڑے اور اس کو مال دینے کا حکم صادر فرمایا۔

غرباء اور مساکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم اور جود و عطاء کی وجہ سے اپنے آپ کو اُن بچوں کی طرح محسوس کرتے تھے جن کے سروں پر ان کے شفیق باپ کا سایہ موجود ہو۔ نابیناؤں کو اپنی نابینائی کا کچھ غم نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاء اُن کی اس کمی کی تلافی کر دیتی تھی۔ وہ ظاہری نورِ بصارت سے محروم تھے لیکن حضور کے وجود باجود اُن کی آنکھوں کا نور تھا۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ نے جو آخری عمر میں اندھے ہو گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فرمایا کہ

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ
فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ
فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

اے میرے محبوب تو میری آنکھ کی پُتلی تھا۔ میں اس دن اندھا نہیں ہوا تھا جب میری آنکھیں بے نور ہوئی تھیں بلکہ آج تیری وفات سے میری آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں۔ اب تیرے بعد کوئی مرے، کوئی جئے کسی کی پرواہ نہیں۔ مجھے تو تیری وفات کا ہی ڈر تھا لیکن اگر آپ وفات پا گئے ہیں تو اب دنیا میں کوئی مرے یا زندہ رہے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا ؛ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانٍ
(مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم، جُود و عطاء کا کیا ہی عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے

آپؐ نیکی اور لطف و کرم میں عظیم الشان سمندر ہیں۔ اور آپؐ کامل لطف و کرم میں بے نظیر موتی ہیں۔

آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

آپؐ بخشش اور سخاوت میں موسم بہار کے بادل ہیں۔ آپؐ فیض رسانی اور بخشش و عطا میں ایک سورج ہیں۔

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے آں کریم و جُودِ حق را مظہرے

آپؐ ایسے رحمدل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رحم کا نمونہ ہیں۔ اور آپؐ ایسے مجسم لطف و کرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کے مظہر ہیں۔

آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ اُو رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے

آپؐ ایسے مبارک قدم وجود ہیں کہ آپؐ کی مبارک ہستی جہان کے رب کی طرف سے جہان کے لئے رحمت ہے

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ بادشاہ و بیکساں را چاکرے

آپؐ سردار ہوتے ہوئے عاجزوں کے غلام ہیں۔ اور بادشاہ ہوتے ہوئے بیکس لوگوں کے نوکر ہیں۔

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید کس ندیدہ در جہاں از مادرے

وہ رحم و لطف جو مخلوقِ خدا نے آپؐ سے دیکھا ایسا لطف و کرم دنیا میں کسی انسان نے اپنی ماں سے بھی نہیں دیکھا

ناتواناں را برحمت دستگیر خستہ جاناں را بشفقت غمخورے

آپؐ ازراہِ لطف و کرم کمزوروں کا ہاتھ پکڑنے والے تھے اور ازراہ لطف و کرم خستہ جان والے لوگوں کے غمخوار اور ہمدرد تھے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عَلَمِ انعامی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ امسال عَلَمِ انعامی کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق حسنِ کارکردگی کے لحاظ سے عَلَمِ انعامی کا مستحق مجلس انصار اللہ کراچی کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سالانہ اجتماع انصار اللہ کے موقعہ پر عَلَم کراچی کو دیا جاچکا ہے۔ نیز حسب فیصلہ کمیٹی مجلس انصار اللہ گولیکی ضلع گجرات دوم اور دار الصدر غربی ربوہ سوم قرار پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کامیابیاں ہر سہ مجالس کے لئے مبارک کرے۔ آمین *

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

صلیبی یلغار کے بالمقابل مغرب پر اسلام کا جوابی حملہ

صداقتِ احمدیّت کا ایک اور درخشندہ ثبوت

مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بنگالی بی۔اے، ایل ایل۔بی، بی۔ٹی مبلّغِ اسلام کی حیثیت سے پچھلے دنوں امریکہ تشریف لے گئے تھے۔ اب واشنگٹن سے اُن کے پٹسبرگ پہنچنے پر وہاں کے اخبار "دی ڈیلی پٹسبرگ پریس" نے اُن کی آمد کی خبر سہ کالمی جلی عنوانات کے تحت نمایاں طور پر شائع کی ہے۔ یہ خبر اور اس کے عنوانات اپنی مخصوص نوعیت کے باعث ایک نشان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اخبار نے خبر پر حسب ذیل سُرخیاں جمائیں:۔

"شہر میں ایک پاکستانی کی آمد۔ صلیبی حملوں کا پانسہ پلٹ گیا۔"

"نو وارد مسلم مشنری پٹسبرگ میں اسلامی تعلیمات پھیلائے گا۔"

اِن سرخیوں کے تحت اس نے جماعت احمدیہ اور اس کی تبلیغی مساعی کے تعارف پر مشتمل جو طویل خبر شائع کی اُس کا آغاز اِن الفاظ سے کیا:۔

"مسلم ممالک میں عیسائی مشنوں اور صلیبی یلغار کا پانسہ پلٹتے ہوئے ایک نئے مبلّغِ اسلام اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کی غرض سے پٹسبرگ میں وارد ہوئے ہیں۔ نئے مبلّغِ اسلام نے جن کا نام عبدالرحمٰن خاں بنگالی ہے انڈیا اور پاکستان کی یونیورسٹیوں سے تین ڈگریاں حاصل کی ہوئی ہیں۔ وہ پاکستانی ہیں اور انہیں اسلام کے ایک مشنری فرقے یعنی جماعت احمدیہ کی طرف سے تبلیغِ اسلام کیلئے پٹسبرگ میں متعین کیا گیا ہے۔"

(دی ڈیلی پٹسبرگ پریس ۲ر اکتوبر ۱۹۶۳ء)

اِس خبر اور اِس کے عنوانات میں جو بات خاص اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ اخبار مذکور نے ایک اسلامی ملک سے امریکہ میں ایک نئے مبلّغِ اسلام کی آمد پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے مسلم ممالک پر عیسائیت کی یلغار کے بالمقابل مغرب کے عیسائی ممالک پر اسلام کے ایک جوابی حملہ سے تعبیر کیا ہے۔ مراد اُس کی یہ ہے کہ جہاں پہلے مسلم ممالک کی طرف عیسائی مشنریوں کی شکل میں صلیبی یلغار زور شور سے جاری تھی وہاں اِس کے برعکس اب مسلم ممالک کی طرف سے عیسائی ممالک پر اسلام کی یلغار شروع ہو چکی ہے اور آئے دن اسلام کے مبلّغ پاکستان سے آ آ کر عیسائی ملکوں کے باشندوں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔

اخبار مذکور کی طرف سے ایک مبلغِ اسلام کی آمد پر اِس رنگ میں حیرت و استعجاب کا اظہار بلاوجہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آج سے نصف صدی قبل تک یورپ اور امریکہ کے عیسائی حلقے مغربی طاقتوں کے ہمہ گیر سیاسی غلبہ و استیلاء کے بل بوتے پر ان ترقی پذیر اقتدار کے نشے میں اس قدر سرشار تھے کہ وہ تصوّر میں بھی یہ بات نہیں لا سکتے تھے کہ کبھی اسلام کا کوئی مبلغ مغرب کے کسی عیسائی ملک میں آ کر وہاں اسلام پھیلانے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اِس قسم کے کسی "خطرہ" سے یکسر بے نیاز ہوتے ہوئے وہ اسلام اور مسلمانوں کی کسمپرسی اور خود اپنے بے انداز مادی وسائل کے پیشِ نظر مسلمانوں کو عیسائی بنانے اور اس طرح اسلام کو یکسر نابود کر دینے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ دنیا کے غیر عیسائی علاقوں میں انیسویں صدی کے اواخر تک عیسائیت کو فروغ دینے کے سلسلہ میں انہیں جو عظیم الشان کامیابی حاصل ہو چکی تھی اُس کی بنیاد پر انہیں گمان تھا کہ بیسویں صدی شروع ہوتے ہی عیسائیت کا سیلابِ عظیم بحرِ بیکراں کی طرح بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا جائے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے عیسائیت پورے کُرۂ ارض پر چھا جائے گی۔ اُن کی ابتدائی کامیابیوں نے جو سراسر سیاسی غلبہ و استیلاء کی مرہون تھیں اُن کے حوصلے بہت بڑھا دیئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ صدی کے آخری چند سالوں میں انہوں نے قریب مستقبل میں عیسائیت کے پورے کرۂ ارض پر غالب آنے کے متعلق بلند بانگ دعاوی اور تعلّی آمیز اعلانات سے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ قبل ازیں ہم پادری عماد الدین کے علاوہ امریکہ کے مشہور عیسائی مناد ڈاکٹر جان ہنری بیروز کی تعلّی آمیز پیشگوئیاں جو انہوں نے ۱۸۹۶ء میں ہندوستان پہنچ کر کی تھیں متعدد بار "انصار اللہ" کی سابقہ اشاعتوں میں شائع کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے نامور عیسائی پادری بھی عیسائیت کے مزعومہ غلبہ کی پیشگوئیاں کرنے میں کچھ کم پیش پیش نہ تھے۔ چنانچہ ہم ایک اور نامی گرامی پادری کی ایسی ہی ایک تعلّی آمیز پیشگوئی یہاں درج کرتے ہیں اور وہ ہیں ریورنڈ ڈبلیو۔ اے۔ رائس ایم۔ اے۔ وہ ۱۸۸۸ء میں چرچ مشنری سوسائٹی پنجاب کے سرکردہ اراکین میں سے تھے بعد ازاں وہ کئی سال تک ایران میں بھی رہے۔ بیسویں صدی کے اوائل میں انہوں نے ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا نام تھا "Crusaders of Twentieth Century" (یعنی بیسویں صدی کے صلیبی مجاہدین) اِس کتاب کے آخر میں انہوں نے عیسائی دنیا کو یہ باور کراتے ہوئے کہ بیسویں صدی میں عیسائیت کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہونے والی ہیں اِس امر پر زور دیا کہ ہم عیسائیوں کو اپنے پورے وسائل مجتمع کر کے عیسائیت کو پھیلانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے تاکہ عنقریب ملنے والی فتوحات میں ہم بھی حصہ دار بن سکیں۔ انہوں نے لکھا:-

"اب ایک نئی صدی طلوع ہو چکی ہے۔ اِس میں شک نہیں گزشتہ صدی اپنی لاثانی تعمیر و ترقی کی وجہ سے ایک یادگار صدی تھی لیکن ہم بہت معقول وجوہات کی بنا پر یہ امید رکھتے ہیں کہ موجودہ صدی اَور بھی زیادہ عظیم الشان کامیابیاں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ دنیا میں تعمیر و ترقی کی رتھ کے پہیئے پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ گھومتے اور رتھ کو آگے ہی آگے بڑھاتے

چلے جائیں گے۔ تمام دوسری چیزوں اور شعبوں کی طرح ہماری مشنری سرگرمیاں بھی دنیا کے بدلے ہوئے اور ہر آن مزید بدلنے والے حالات سے متاثر ہوں گی۔ ماضی کا جائزہ ہمیں آنیوالے زمانہ کو تصوّر میں لانے کی دعوت دیتا ہے یعنی مستقبل کا وہ زمانہ کہ جب رسل و رسائل کے ذرائع اور ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں آنے جانے کے وسائل بہت زیادہ بڑھ جائیں گے اور مختلف قوموں اور علاقوں کے درمیان باہم میل ملاپ کے امکانات اور زیادہ روشن ہوجائیں گے، جب بڑی بڑی عیسائی قوموں کی طاقت اور اثر میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جائے گا، جب باقی ماندہ مسلم مملکتوں کی اکثریت یقینی اور قطعی طور پر تیزی سے زوال پذیر ہوتی چلی جائے گی، جب تعلیم کے عام ہوجانے اور آزادئ فکر کے ترقی کر جانے کی وجہ سے تحقیق کا مادہ بڑھ جائے گا، جب روایتی عقائد کو محض اُن کی قدامت کی بناء پر تسلیم کر لینے کا رجحان ختم ہوجائے گا، جب جھوٹے اور مطمئن نہ کرنے والے گھٹیا عقائد و خیالات پر عدم اطمینان کی ترقی پذیر کیفیت شکوک و شبہات اور دلی خیالات ظاہر کرنے کے خوف کو کالعدم کر دے گی، جب آزادئ ضمیر کو ہر انسان کا پیدائشی حق تسلیم کیا جائے گا اور مذہبی آزادی رفتہ رفتہ غالب آکر سب کیلئے عام ہوجائے گی۔ کیا آنے والے ایسے عظیم الشان زمانے کو قریب تر لانے کے لئے ہم یہ توقع نہ رکھیں کہ یسوع مسیح کے وفادار سپاہی اور خدمتگزار پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں آگے آکر اپنے آپ کو ہتھیاروں سے مسلح کریں اور خداوند یسوع مسیح کے نام پر لڑی جانے والی جنگ میں شریک ہونے کے لئے دنیا کے دُور و دراز علاقوں میں پھیل جائیں۔

یہ حالات مسلمانوں کے علاقوں میں نئے مشن کھولنے کے مقدس فرض کی ادائیگی میں دلوں کو ہلانے اور جذبہ و جوش کو اور زیادہ اُبھارنے کا موجب ہونے چاہئیں۔ بہر حال آنے والی جدوجہد کے لئے قبل از وقت تیاری کرنے اور اس میں شریک ہونے کی مخلصانہ تمنّاؤں کو اور زیادہ اُجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔" (ترجمہ از انگریزی "بیسویں صدی کے صلیبی مجاہدین" ص ۵۰۸)

ریورنڈ ڈبلیو۔ اے۔ رائس کی مذکورہ بالا کتاب کا یہ اقتباس صاف اِس امر کی غمّازی کر رہا ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں یورپ اور امریکہ کے پادری یہ توقع لگائے بیٹھے تھے کہ عیسائیت اب بہت جلد ساری دنیا پر چھا جائے گی۔ مغرب کی عیسائی طاقتوں کے غلبہ و استیلاء کو وہ اپنے خداوند یسوع مسیح کا ایک معجزہ خیال کرتے تھے اور دلی یقین کے ساتھ اِس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ اِس غلبہ و استیلاء میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جائے گا اور ان کروڑوں کروڑ مسلمانوں کے لئے جو عیسائی طاقتوں کے زیرنگیں ہیں حالات سے مجبور ہوکر عیسائیت کو قبول کرنے

کے سوا چارہ نہ رہے گا۔ لیکن خدائی منشاء اس کے بالکل برعکس تھا۔ وہ اب عیسائیت کے غلبہ کو مٹا کر اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اس کے بہت تھوڑے عرصہ بعد ہی یکے بعد دیگرے دو عالمی جنگوں نے عیسائی پادریوں کے ان سنہری خوابوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ ایشیا اور افریقہ کے وہ وسیع علاقے جو پہلے مغربی طاقتوں کے زیرِ نگیں تھے ایک ایک کر کے ان کے قبضہ سے آزاد ہوتے چلے گئے اور ان میں سے عیسائی طاقتوں کے سیاسی اقتدار کے ساتھ ساتھ خود عیسائیت کی صف بھی لپٹنے لگی۔ وہ تو اور زیادہ تعداد میں دنیا میں پھیل کر تمام مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تیاریاں کر رہے تھے لیکن خود مسلمانوں میں سے ایک بے کس و بے بس اور بے زر و بے زور جماعت ایسی اُٹھ کھڑی ہوئی جس کے سرفروش مجاہدینِ اسلام نے خود مغرب کے عیسائی ملکوں میں پہنچ کر وہاں کے عیسائیوں کو مسلمان بنانا شروع کر دیا۔

اس انقلابِ عظیم پر جس نے اُن کے سنہری خوابوں کو مٹی میں ملا کر رکھ دیا ہے وہ حیران نہ ہوں تو اور کیا کریں۔ وہ حیران ہی نہیں بلکہ پریشان ہیں کہ مسلمان ملکوں کی جانب عیسائیت کی بڑھتی ہوئی یلغار کا پانسہ کیسے پلٹ گیا اور وہ مسلمان جنہیں ہم اپنا شکار سمجھتے تھے ان میں یہ تب و تاب، قوت و توانائی اور پہاڑوں کو رام کرنے کا حوصلہ کہاں سے آگیا۔ ان بے عمل اور اپنے دین سے غافل مسلمانوں میں ایسی باعمل اور اسلام کا درد رکھنے والی جماعت کیسے اُٹھ کھڑی ہوئی کہ جو بزاد بے بضاعتی اور بے انتہا کمزوری اور ناطاقتی کے باوجود خود مغرب کے عیسائی ملکوں میں اپنے مبلغ بھیج کر اسلام کی طرف سے پے در پے جوابی حملے کر رہی ہے۔ اس لحاظ سے مغرب کے عیسائی حلقوں کی طرف سے وہاں مبلغینِ اسلام کی آمد پر حیرت و استعجاب اور ایک گونہ اضطراب کا اظہار بلاوجہ نہیں ہے اس کی وجہ موجود ہے جس کا جائز اور اصلی ہونا شک و شبہ سے بالا ہے۔

یہ عظیم الشان انقلاب احمدیت کی صداقت پر ایک روشن دلیل کا حکم رکھتا ہے اس لئے کہ انیسویں صدی کے اواخر میں جبکہ مغرب کے عیسائی پادری اور نامور مناد ایشیا اور افریقہ میں عیسائیت کے بے پناہ فروغ پر خوشیاں منا رہے تھے اور بیسویں صدی شروع ہوتے ہی عیسائیت کو ساری دنیا میں غالب کرنے کے منصوبے باندھ کر اس متوقع غلبہ کے متعلق تعلّی آمیز پیشگوئیاں کر رہے تھے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق مجھے صلیب کے غلبہ کو توڑنے کے لئے مبعوث کیا ہے۔ اب عیسائیت کا موجودہ غلبہ ہٹے گا اور اس کی بجائے اسلام دنیا میں غالب آئے گا اور آئے گا بھی میری قائم کردہ جماعت کی کوششوں کے نتیجہ میں۔ چنانچہ آپؑ نے دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی تحدی سے فرمایا:۔

"اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت

کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجّت اور برہان کی رُو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسٰی ابھی تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب سب دانشمند یک دفعہ اِس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسٰی کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب نومید اور بدظن ہو کر اِس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب (اسلام) ہوگا اور ایک ہی پیشوا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اَب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴، ۶۵)

اِسی طرح آپؑ نے عیسائیت کے غلبہ کے مٹنے کی بھی بڑے زوردار الفاظ میں خبر دی اور فرمایا:۔

"اب وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا، اور بعد اِس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور جو نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبّت رکھتے ہیں۔ قریب ہے سب ملّتیں ہلاک ہوں گی اور وہ سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اُتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔" (اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

اُس وقت قوت، واقتدار کے نشہ میں سرشار ہونے کے باعث عیسائی دنیا ان آسمانی پیشگوئیوں کو خاطر میں نہ لائی بلکہ اُنہوں نے اِس بات کا مضحکہ اڑایا کہ کوئی اسلامی مبلغ یورپ میں اسلام پھیلانے کی غرض سے آسکتا ہے۔ انہوں نے یہاں تک کہا کہ اگر کبھی کوئی مبلغ مغرب کے عیسائی ملک میں آیا بھی تو اُس کا بہت بُرا حشر ہوگا بچے گلیوں اور بازاروں میں اُس پر کیچڑ اُچھالتے پھریں گے۔ چنانچہ آج سے قریباً ستر سال قبل کرسچین مشنری سوسائٹی لندن کے ڈاکٹر ہربرٹ لنکیسٹر (Dr. Herbert Lankester) نے عیسائی پادریوں کی مشہور عالم کانفرنس منعقدہ ۱۸۹۴ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"فرض کرو لندن کے کسی علاقہ میں کوئی مسلمان آوارد ہو جو اجنبی کپڑوں میں ملبوس ہو، ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتا ہو، اور وہ ہمیں یہ بتانے کی کوشش کرے کہ محمدؐ خدا کا سچا رسول ہے اور یہ کہ اب ہم یسوع مسیح کی بجائے اُس پر ایمان لائیں —— ذرا سوچو تو سہی اُس مسلمان کا کیا حشر ہوگا؟ یہی کہ چھوٹے چھوٹے بچے اُس پر کیچڑ اچھالتے پھریں گے"۔ (دی آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی اینگلیکن کمیونین ۱۸۹۴ء منعقدہ لندن صـ۴۱۹)

عیسائی پادریوں کے اِس قسم کے اعلانات کے ستر سال بعد خود امریکہ کے اخبارات کا یہ اعتراف کرنا کہ اسلامی ملکوں کی جانب صلیبی یلغار کا پانسہ پلٹ چکا ہے اور اب اسلام کے مبلغ عیسائی ملکوں پر اسلام کی طرف سے جوابی حملے کرنے کے لئے برابر مغربی ملکوں میں وارد ہو رہے ہیں اور پھر ان جوابی حملوں کے نتیجہ میں مغربی ممالک میں باقاعدہ جماعت ہائے احمدیہ کا قائم ہو جانا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے۔ اور اِس امر کے حق میں ایک روشن بُرہان کی حیثیت رکھتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق بالآخر عیسائیت کا غلبہ مٹ کر رہے گا۔ اِس کی جگہ بہرحال اسلام غالب آئے گا اور تمام دنیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جمع ہوگی۔ یہ خدائی فیصلہ ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔

اسلام کی ترقی کا اصل ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اسلام کی تمام ترقی تقویٰ سے شروع ہوئی ہے اور پھر جب اسلام ترقی کرے گا تقویٰ سے کرے گا"۔ (تبلیغِ رسالت جلد ششم صـ۱۲۶)

بچوں کا صفحہ

والدہ کی خدمت

اللہ تعالیٰ نے اولاد پر اپنے والدین کی خدمت فرض قرار دی ہے۔ اِس سے رُوگردانی اتنی بڑی معصیت ہے کہ جو انسان کو مستحقِ عذاب بنا دیتی ہے اور دوسرے جہان میں بھی اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک نومسلم کے متعلق یہ شکایت پیش ہوئی کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت نہیں کرتا۔ آپ کو یہ سُن کر بہت دُکھ ہوُا۔ آپ نے فوراً اُس نومسلم کو اپنے دستِ مبارک سے ایک خط لکھا جس میں اُسے بتایا کہ والدہ کی خدمت سے روگردانی کر کے وہ بہت گناہ کا کام کر رہا ہے۔ آپ نے اُسے خبردار فرمایا کہ اگر وہ والدہ کی خدمت نہیں کریگا تو خدا اُسے کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کر دے گا اور پھر اُسے پچھتانا پڑے گا۔ آپ کا یہ خط بے انتہا اہم ہے ہم یہاں وہ خط درج کرتے ہیں۔ بچوں کو چاہیئے کہ اِسے بہت غور سے پڑھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

حضور علیہ السلام کا خط

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مجھ کو یہ بات سُن کر بہت رنج ہوُا ہے اور دل کو سخت صدمہ پہنچا کہ تم اپنی والدہ مسماۃ نکّی کی کچھ خدمت نہیں کرتے اور سختی سے پیش آتے ہو اور دھکّے بھی دیتے ہو۔ تمہیں یاد رہے کہ یہ طریق اسلام کا نہیں ہے۔ خدا اور اُس کے رسولؐ کے بعد والدہ کا وہ حق ہے جو اس کے برابر کوئی حق نہیں۔ خدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو والدہ کو بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس کی خدمت نہیں کرتا اور نہ اطاعت کرتا ہے وہ قطعی دوزخی ہے۔ پس تم خدا سے ڈرو۔ موت کا اعتبار نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بے ایمان ہو کر مرو۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ بہشت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کی والدہ کو رات کے وقت پیاس لگی تھی۔ اُس کا بیٹا اُس کے لئے پانی لے کر آیا اور وہ سو گئی۔ بیٹے نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنی والدہ کو جگائے تمام رات پانی لے کر اُس کے پاس کھڑا رہا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی وقت جاگے اور پانی مانگے اور اس کو تکلیف ہو۔ خدا نے اِس خدمت کے لئے اُس کو بخش دیا۔ سو سمجھ جاؤ کہ یہ طریق تمہارا اچھا نہیں ہے۔ اور انجام کار ایک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور اپنی عورت کو بھی کہو کہ تمہاری والدہ کی خدمت کرے اور بدزبانی نہ کرے۔ اور اگر باز نہ آئے تو اُس کو طلاق دیدو۔ اگر تم میری اِن نصیحتوں پر عمل نہ کرو تو میں خوف کرتا ہوں کہ عنقریب تمہاری موت کی خبر نہ سُنوں۔ تم نہیں

دیکھتے کہ خدا تعالیٰ کا قہر زمین پر نازل ہے اور طاعون دنیا کو کھائے جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اسی بدعملی کی وجہ سے طاعون کا شکار ہو۔ اگر تم اپنے مال سے اپنی والدہ کی خدمت کرو گے تو خدا تمہیں برکت دے گا۔ یہ وہی والدہ ہے کہ جس نے تمہیں دعاؤں کے ساتھ ایک مصیبت سے پالا تھا اور ساری دنیا سے زیادہ تم سے محبت کی۔ پس خدا اس گناہ سے درگزر نہیں کرے گا۔ جلد توبہ کرو جلد توبہ کرو ورنہ عذاب نزدیک ہے۔ اُس دن پچھتاؤ گے۔ دنیا بھی جائے گی اور ایمان بھی۔ مَیں نے باوجود کم فرصتی کے یہ خط لکھا ہے۔ خدا تمہیں اس لعنت سے بچاوے جو نافرمانوں پر پڑتی ہے۔ اگر تمہاری والدہ بدزبان، خراب ہے اور کیسی ہی بدخلقی کرتی ہے۔ خواہ کیسا ہی تمہارے نزدیک بُری ہے وہ سب باتیں اُس کو معاف ہیں۔ کیونکہ اُس کے حق ان تمام باتوں سے بڑھ کر ہیں۔ تمہاری خوش قسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر کو پڑھ کر توبہ کرو۔ اور سخت بدقسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔

خاکسار مرزا غلام احمد مسیح موعود
۱۲ فروری ۱۹۰۷ء

اللہ تعالیٰ سب بچوں کو حضور علیہ السلام کی اِس دردانگیز نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اپنے والدین کی پوری پوری اطاعت کرنے اور اُن کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثمّ آمین *

اے مرے قادر خدا!

(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اِن دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا!　　تُو تو ربّ العالمیں ہے اور سب کا شہریار
تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں　　جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار
ٹُوٹے کاموں کو بنادے جب نگاہِ فضل ہو　　پھر بناکر توڑ دے اِک دم میں کردے تار تار
تُو ہی بگڑی کو بنادے توڑ دے جب بن چکا　　تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سَو کرے کوئی بچار

جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا
تیرے بِن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار

(دُرّثمین)

نتیجہ امتحان "لیکچر سیالکوٹ" سہ ماہی منعقدہ ۱۴/۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء

قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے زیر اہتمام ۱۴/۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو انصار اللہ سے "لیکچر سیالکوٹ" کا امتحان لیا گیا تھا جس میں مکرم محب الرحمٰن صاحب، مکرم نصیر احمد صاحب آف کراچی علی الترتیب ۹۸/۱۰۰، ۹۷/۱۰۰ نمبر لیکر اول و دوم رہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

نوٹ: ایسے دوست جو اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوسکے ان کا نام فہرست میں درج نہیں کیا۔

نام مجالس	اسمائے گرامی	ڈویژن	نام مجالس	اسمائے گرامی	ڈویژن
دار الصدر غربی	قاری محمد امین صاحب	فرسٹ	دار الیمن شرقی	برکت علی صاحب	فرسٹ
"	ماسٹر شیر علی صاحب	"	"	چوہدری مظفر حسین صاحب	"
"	ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب	سیکنڈ	"	محمد حسین صاحب	تھرڈ
"	ڈاکٹر غلام مرتضٰی صاحب	فرسٹ	"	بشیر احمد صاحب ابن	فرسٹ
"	چوہدری اللہ بخش صاحب	"	"	حاجی فضل الٰہی صاحب	
دار الیمن شرقی	ماسٹر مولا داد صاحب	سیکنڈ		سید عبدالسلام صاحب	"
"	حاجی فضل دین صاحب	تھرڈ	دار الیمن غربی	ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب	"
"	خدا بخش صاحب	سیکنڈ	"	شیخ رشید احمد صاحب	سیکنڈ
"	مستری محمد ابراہیم صاحب	"	"	ملک احمد خان صاحب	تھرڈ
"	مالی محمد اسمٰعیل صاحب	تھرڈ	"	چوہدری عمر دین صاحب	"
"	صوفی حبیب اللہ صاحب	سیکنڈ	"	" نذیر احمد صاحب	"
"	چوہدری رحمت علی صاحب	"	"	میاں فیض احمد صاحب	"
"	حاجی غلام محمد صاحب	تھرڈ	"	چوہدری محمد رمضان صاحب	"
"	ماسٹر محمد شفیع صاحب	"	"	نذیر احمد صاحب	"
"	قاضی محمد عظیم صاحب	فرسٹ	"	محمد یوسف صاحب	فرسٹ

نام مجالس	اسمائے گرامی	ڈویژن	نام مجالس	اسمائے گرامی	ڈویژن
دارالیمن غربی	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اسلم	فرسٹ	بشیر آباد سٹیٹ	پیر محمد صاحب اکاؤنٹنٹ	فرسٹ
"	سردار محمد صاحب کاتب	"	"	محمد عبداللہ صاحب	"
"	جمعدار سراج دین صاحب	"	"	فضل احمد صاحب چوہدری	"
دارالرحمت شرقی	ڈاکٹر بشیر احمد صاحب	"	پشاور	مرزا عبدالمجید صاحب	"
"	محمد اقبال حسین صاحب	"	"	عبدالغفور صاحب	"
دارالرحمت غربی	محمد ظفر اللہ اسلم (خادم)	"	"	عبدالکریم صاحب	"
"	حاجی محمد فاضل صاحب	"	"	محمد الطاف صاحب	"
"	کیپٹن محمد سعید صاحب	"	"	خواجہ محمد شریف صاحب	"
"	خواجہ عبدالقیوم صاحب	"	"	چوہدری رکن الدین صاحب	"
"	خان امیر خان صاحب	"	"	مولا بخش صاحب	"
"	حکیم عبدالرحمٰن شاد صاحب	سیکنڈ	"	شمس الدین صاحب	"
"	سرور احمد بھٹی (خادم)	فرسٹ	سکھر	قریشی عبدالرحمٰن صاحب	"
"	رشید احمد صاحب زیدی (خادم)	"	"	صوفی محمد رفیع صاحب	سیکنڈ
"	عبدالجلیل صاحب (خادم)	سیکنڈ	کنری	غلام مرتضیٰ خان صاحب	فرسٹ
"	راجہ نصیر الدین صاحب "	فرسٹ	"	بشیر حسین شاہ صاحب	"
"	بشیر احمد صاحب اختر "	سیکنڈ	"	منشی فضل الدین صاحب جٹ	تھرڈ
فیکٹری ایریا	سید محمد شریف صاحب	فرسٹ	"	سید عمر شاہ صاحب	"
"	محمد عبداللہ صاحب	سیکنڈ	"	عبدالعزیز صاحب	فرسٹ
"	ماسٹر سعداللہ خان صاحب	فرسٹ	"	ماسٹر فضل الدین صاحب طارق	"
"	ٹھیکیدار محمد رمضان صاحب	"	سیالکوٹ	بابو محمد اقبال صاحب	"
"	مرزا محمد یعقوب صاحب	"	"	اللہ دتا صاحب پنشنر	"
بشیر آباد سٹیٹ	حاجی محمد ابراہیم صاحب خلیل	"	بھوکھٹی	محمد اکمل صاحب	"
	رحیم بخش صاحب	"	مسن باڈہ	محکم الدین صاحب	"
	ممتاز احمد صاحب ہاشمی	"	خوشاب	محمد اسمٰعیل صاحب اوورسیر پنشنر	"

نام مجلس	اسمائے گرامی	ڈویژن	نام مجلس	اسمائے گرامی	ڈویژن
خوشاب	عبدالرحیم خان صاحب	فرسٹ	کوئٹہ	محمد عبداللہ صاحب ڈار	فرسٹ
گوجرانوالہ	اقبال محمد خان صاحب	"	"	محمد نقیب صاحب عارف	"
"	میر محمد اکبر صاحب	"	"	غلام مصطفےٰ صاحب صادق	"
"	خواجہ محمد شریف صاحب	"	"	صوبیدار نواب دین صاحب	"
"	محمد شفیع صاحب	"	"	" محمد شریف احمد صاحب	"
"	محمد عبداللطیف صاحب	سیکنڈ	"	سید عبدالرشید صاحب	"
"	عبدالحمید صاحب سیلز ماسٹر	فرسٹ	"	صوبیدار میجر عبدالرحمٰن صاحب	"
"	چوہدری خورشید احمد صاحب	"	"	ماسٹر عبدالحمید خان صاحب	"
"	ماسٹر محمد بخش صاحب سونگی	"	"	محمد احمد صاحب فاضل	"
گولیکی	محمد اکبر صاحب	"	"	حوالدار آفتاب احمد صاحب	"
"	پیرزادہ فیض عالم صاحب	"	"	عبدالحق صاحب جنجوعہ	"
"	خوشی محمد صاحب	"	"	بشیر احمد صاحب سکھری	تھرڈ
"	ماسٹر اللہ دتا صاحب	"	"	ملک محمد اقبال صاحب	فسٹ
"	پیرزادہ محمد اکبر صاحب سقراط	"	کراچی	چوہدری احمد مختار صاحب	"
راولپنڈی	چوہدری عبداللہ خان صاحب	"	"	شیخ خلیل الرحمٰن صاحب	"
"	نصراللہ خان صاحب	"	"	ملک عبدالرحمٰن خان صاحب	سیکنڈ
"	قاضی محمد نذیر صاحب	"	"	محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی	فرسٹ
"	صلاح الدین صاحب	"	"	صدرالدین صاحب	"
"	چوہدری فضل احمد صاحب	"	"	بشیر احمد صاحب دوم	"
"	عبدالقادر صاحب بھٹی	"	"	قریشی غلام سرور صاحب	"
کوئٹہ	جمعدار علی محمد صاحب	"	"	چوہدری سلطان محمود احمد صاحب	"
"	محمد عیسیٰ جان صاحب	"	"	رشید احمد صاحب	"
"	ملک غلام حسین صاحب	"	"	آفتاب احمد صاحب بسمل	"
"	محمد اسحٰق صاحب عابد	"	"	سید محمد یوسف شاہ صاحب	"

نام مجالس	اسمائے گرامی	ڈویژن	نام مجالس	اسمائے گرامی	ڈویژن
کراچی	عزیز اللہ صاحب	فرسٹ	کراچی	میجر ڈاکٹر ظہور الحسن خان صاحب	فرسٹ
"	محمد ابراہیم صاحب	"	"	حافظ محمد نیفی صاحب	"
"	سردار محمد صاحب	"	"	عبدالقاسم خان صاحب	"
"	حبیب بخش صاحب	"	"	محمد شفیع صاحب ہاشمی	"
"	سید نذیر احمد صاحب	"	"	بشیر احمد صاحب سیال	"
"	کرم دین صاحب	تھرڈ	"	سید عبدالکریم صاحب	"
"	ڈاکٹر جلال الدین صاحب	سیکنڈ	"	عبدالمجید صاحب طالب	"
"	چوہدری عبدالعزیز صاحب	تھرڈ	"	محب الرحمن صاحب اول	"
"	ملک محمد اشرف خان صاحب	فرسٹ	"	ماسٹر عبدالمجید صاحب	"
"	چوہدری نذیر احمد صاحب	"			
"	" احمد جان صاحب	"			

خاکسار:- جلال الدین شمس
قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

اپنے اندر کامل تبدیلی پیدا کرو اور جماعت کو بدنام کرنیوالے نہ ٹھرو

حضرت مسیح موعود علیه الصلوة والسلام فرماتے هیں :-

''هماری جماعت کو (جس سے بعض لوگ بغض رکھتے هیں اور چاهتے هیں که یه جماعت هلاک اور تباه هو جاوے) یاد رکھنا چاهئے که میں اپنے مخالفوں سے باوجود ان کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا هوں اور وه یه هے که الله تعالی نے چاها هے که یه جماعت گناهوں سے پاک هو اور اپنے چال چلن کا عمده نمونه دکھلاوے ، وه قرآن شریف کی تعلیم پر سچی عامل هو اور آنحضرت صلی الله علیه وسلم کی اتباع میں فنا هو جاوے ، ان میں باهم کسی قسم کا بغض و کینه نه رهے ، وه الله تعالی کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت هو ـ لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل هو کر بھی اس غرض کو پورا نهیں کرتا اور سچی تبدیلی اپنے اعمال سے نهیں دکھاتا وه یاد رکھے که وه دشمنوں کی اس مراد کو پورا کر دے گا ـ وه ان کے سامنے تباه هو جائے گا ـ

الله تعالی کے ساتھ کسی کا رشته نهیں اور وه کسی کی پرواه نهیں کرتا ـ وه اولاد جو انبیاء کی اولاد کهلاتی تھی یعنی بنی اسرائیل جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور الله تعالی کے عظیم‌الشان فضلوں کے وه وارث اور حقدار ٹھرائے گئے لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اس نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا اور سرکشی اور فسق و فجور کو اختیار کیا نتیجه کیا هؤا ؟ وه ضربت علیهم الذلة و المسکنة کی مصداق هوئی ـ الله تعالی کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا ان کا نام بندر اور سؤر رکھا گیا یهانتک که وه گر گئے اور ان کو خارج کیا گیا ـ یه کس قدر عبرت کا مقام هے ـ بنی اسرائیل کی حالت هر وقت ایک مفید سبق هے ـ

اسی طرح یه قوم جس کو الله تعالی نے اپنے هاتھ سے بنایا هے وه قوم هے که الله‌تعالی اس پر بڑے بڑے فضل کرے گا ـ لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل هو کر الله تعالی سے سچی محبت اور رسول الله صلی الله علیه وسلم کی سچی اور کامل اتباع نهیں کرتا وه چھوٹا هو یا بڑا کاٹ ڈالا جائے گا اور الله تعالی کے غضب کا نشانه هوگا ـ پس تمهیں چاهئے که کامل تبدیلی کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نه ٹھرو ـ''

(تقریروں کا مجموعه صفحه ۴۳ ، ۴۴)